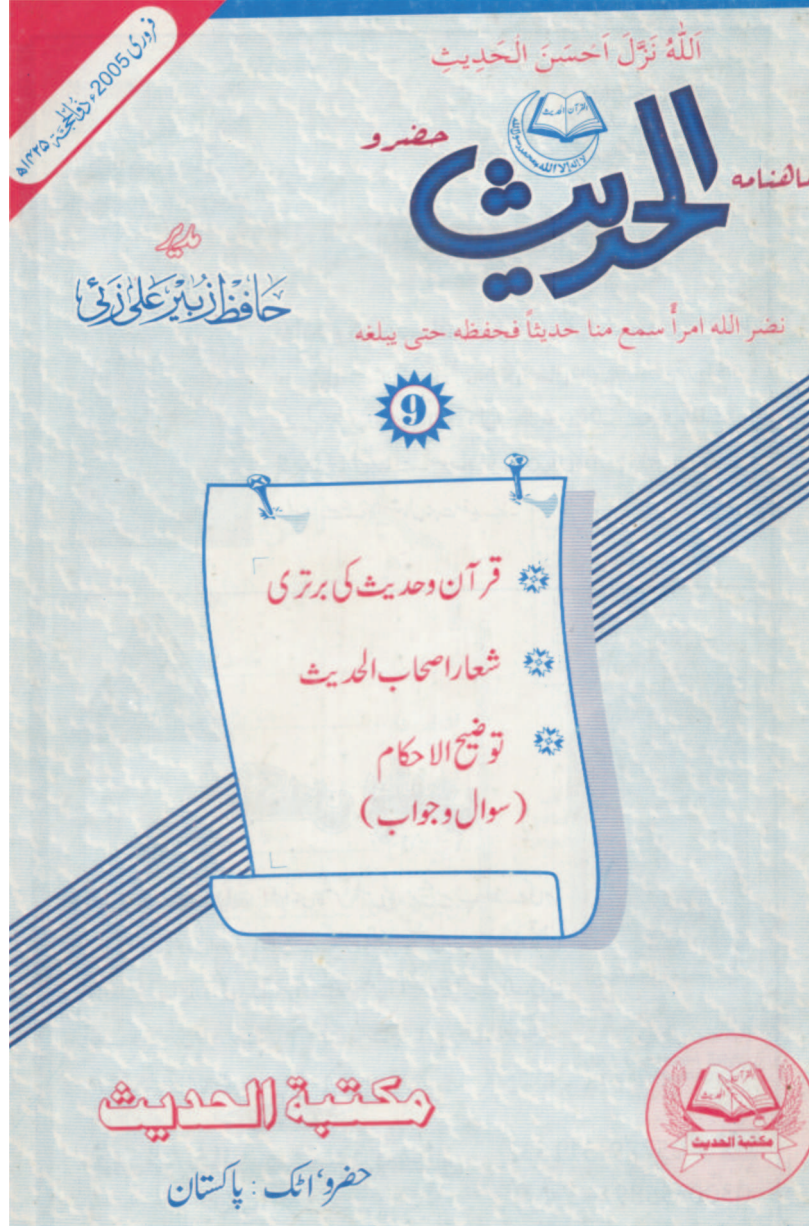


MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 5:23:14 AM, 2/9/2015



امام ابو بکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی (متوفی ۲۱۹ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”میں مصر میں تھا، جب (ایک دن) محمد بن ادریس الشافعی (متوفی ۲۰۴ھ/ مشہور امام) نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے اُن سے کہا: اے ابو عبداللہ کیا آپ اس (حدیث) کے قائل (وفاعل) ہیں؟

(امام) شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کیا تو نے دیکھا ہے کہ میں (عیسائیوں کے) کنیسہ سے باہر آیا ہوں یا مجھ پر (ہندوؤں کا) زُنا (خاص نشان: دھاگہ) دیکھا ہے؟ جب میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی حدیث ثابت ہو جائے تو وہی ہمیشہ کے لئے میرا قول ہوتا ہے۔ اور اگر حدیث ثابت نہ ہو تو وہ میرا قول نہیں ہوتا۔ کیا تو نے مجھ پر (ہندوؤں کا خاص نشان) زنا دیکھا ہے کہ میں حدیث کے مطابق فتویٰ نہ دوں؟“ (حلیۃ الاولیاء لابن نعیم الاصبہانی ج ۹ ص ۶۰۶ و سندہ صحیح)

امام شافعی رحمہ اللہ کے اس سنہری قول سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث حجت اور معیار حق ہوتی ہے۔ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے مطابق ہی اپنے عقائد، اقوال و اعمال اختیار کرے۔ تمام ائمہ مسلمین کا یہی مسلک و مذہب اور طریقہ کار تھا۔

امام ابو حنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) رحمہ اللہ نے ایک (صحیح) حدیث سن کر فوراً اپنے سابقہ فتوے سے رجوع کر لیا تھا اور حکم دیا تھا کہ: میرے (لکھے ہوئے) فتوے کو کاٹ کر مٹا دو۔ (کتاب النہ لعلہ عبداللہ بن احمد بن حنبل: ۳۸۰ و سندہ صحیح)

امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) رحمہ اللہ نے بھی پاؤں کی انگلیوں کے خلال کے بارے میں ایک قوی حدیث سن کر فوراً اپنے سابقہ فتوے سے رجوع کیا تھا۔

(تقدمۃ الجرح والتعديل لابن ابی حاتم ۳۱۱، ۳۲، والسنن الکبری للبیہقی ۷/ ۷۶، ۷۷ و سندہ حسن)

امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) فرماتے تھے کہ:

”جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث رد کر دی ہلاکت کے کنارے پر ہے۔“

(مناقب الامام لابن الجوزی ص ۱۸۲، الحدیث حضور ص ۵ و سندہ حسن)

جو لوگ ان ائمہ کرام سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں، اور وہ اس دعوے میں اگر سچے ہیں تو ان پر یہ لازم ہے کہ وہ قرآن وحدیث کو سر آنکھوں پر رکھتے ہوئے اپنا عقیدہ، قول و فعل بنائیں۔ یہ طریقہ اختیار کر کے ہی وہ ائمہ کرام سے اپنی محبت کے دعوے کو سچا ثابت کر سکتے ہیں۔ تنبیہ: قرآن وحدیث سے اجماع اُمت کا حجت ہونا اور اجتہاد کا جواز ثابت ہے۔ واللہ اعلم

اضواء المصباح: ۱۰

حافظ زبیر علی زئی

رسول اللہ ﷺ پر ایمان

و عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: والذي نفس محمد بيده، لا يسمع بي أحد من هذه الأمة، يهودي ولا نصراني، ثم يموت ولم يؤمن بالذي أرسلت به إلا كان من أصحاب النار، رواه مسلم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات (اللہ) کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اس امت (امت دعوت) میں سے میرے بارے میں جو بھی سن لے، چاہے یہودی ہو یا عیسائی، اگر وہ اس (دین) پر ایمان لانے سے پہلے مر جائے جو میں لے کر آیا ہوں تو وہ شخص دوزخی ہے۔ (مسلم: ۱۵۳/۲۴ دار السلام: ۳۸۶ مصابیح: ۸)

### فقہ الحديث :

۱: اس حدیث اور دیگر دلائل سے صاف صاف ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ہر انسان پر فرض ہے۔ جو شخص چاہے یہودی ہو یا عیسائی یا کسی دوسرے مذہب والا وہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا، آپ کو رسول و نبی نہیں مانتا تو یہ شخص کافر اور ابدی جہنمی ہے۔

۲: یہودیوں اور عیسائیوں کا خاص اس وجہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ دنیا کے دو بڑے آسمانی مذہب ہیں جو انبیاء اور رسولوں کو ماننے کے دعویدار ہیں، انہیں اہل کتاب بھی کہتے ہیں۔ جب یہ اہل کتاب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے تو معلوم ہوا کہ دوسرے مذاہب مثلاً ہندو، بدھ وغیرہ بھی آپ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔

۳: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد اگلی تمام شریعتیں منسوخ ہو گئی ہیں۔

۴: جس شخص تک اسلام کی دعوت نہ پہنچے، اُس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، حدیث میں آیا ہے کہ ایسے شخص کا امتحان قیامت کے دن ہوگا۔ دیکھئے صحیح ابن حبان (الموارد ۱۸۲) والصحیح للشیخ الالبانی رحمہ اللہ (۱۳۳۴)

۵: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفت (ید) ہاتھ کا اثبات ہے۔ ہم ان الفاظ پر ایمان رکھتے ہیں، ان کی تاویل نہیں کرتے اور نہ انہیں کسی قسم کی تشبیہ دیتے ہیں۔ اور یہی اہل سنت کا مسلک و مذہب ہے۔

اللہ کی صفت ”ید“ کو متشابہات میں سے کہنا اہل بدعت کا مسلک ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

## شعار أصحاب الحديث

مصنف: ابو أحمد العاکم الکبیر رحمہ اللہ

مترجم: حافظ زبیر علی زئی

- ۱۔ سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ محمد (ﷺ) اور آپ کی تمام آل پر درود (وسلام) ہو۔
- ۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مؤمنین صرف وہ لوگ ہیں جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو وہ ڈرجائیں اور جب اللہ کی آیتیں اُن کے سامنے پڑھی جائیں تو اُن کا ایمان زیادہ ہو جائے اور وہ اپنے رب پر توکل (بھروسہ) کرتے ہیں [الانفال: ۲]
- ۳۔ اور فرمایا: اُسی نے مؤمنین کے دلوں میں سکون نازل کیا تاکہ اُن کا ایمان زیادہ ہو جائے [الفتح: ۴]
- ۴۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہوئے (تو) ہم نے اُن کی ہدایت زیادہ کر دی اور اُنہیں تقویٰ عطا فرمایا [محمد: ۱۷]

باب (۱) اس دلیل کا ذکر کہ ایمان دل میں ہوتا ہے

- ۵۔ عبد اللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں کوئی (بھی) ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو۔ اور (جہنم کی) آگ میں کوئی (بھی) ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو

- ۶۔ عبد اللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے (ہی) روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں کوئی (بھی) ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو اور (جہنم کی) آگ میں کوئی (بھی) ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو

باب (۲) اس دلیل کا ذکر کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے

- ۷۔ عمیر بن حبیب (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ: ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے کہا گیا کہ: اس کی زیادتی اور کمی کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: جب ہم اللہ کو یاد کرتے ہیں تو اس کی حمد و تسبیح بیان کرتے ہیں یہ (ایمان کی زیادتی) ہے۔ اور جب ہم

(۵ و ۶) مسلم، الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ ج ۹۱

(۷) حسن

اسے ابن ابی شیبہ (کتاب الایمان: ۱۴)، عبد اللہ بن احمد بن حنبل (کتاب السنن: ۶۲۴، ۶۸۰) آجر (الشریعہ ص ۱۱۲) اور (شعب الایمان: ۵۶) وغیرہم نے حماد بن سلمہ سے روایت کیا ہے۔ یزید بن عمیر بن حبیب کی توثیق کے لئے دیکھئے مسائل محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: ۲۵ تحقیقی

- غافل ہو جاتے ہیں تو (اُسے) بھول جاتے ہیں تو یہ اس (ایمان) کی کمی ہے۔  
(اس حدیث کے راوی) ابونصر التمار نے فرمایا: ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔
- ۸۔ (امام) احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) نے ایمان کی کمی و زیادتی کے بارے میں عمیر بن حبیب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ: ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔  
ان عمیر (رضی اللہ عنہ) سے کہا گیا کہ اس کی زیادتی اور نقصان کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جب ہم اللہ کو یاد کرتے ہیں تو اس کی حمد و تسبیح بیان کرتے ہیں۔ یہ اس کی زیادتی ہے۔ جب ہم غافل ہو جاتے ہیں اور اُسے ضائع کر دیتے اور بھلا دیتے ہیں تو یہ اس کا نقصان ہے۔
- ۹۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ: ایمان زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے۔
- ۱۰۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔
- ۱۱۔ ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔
- ۱۲۔ عبدالرزاق (بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ: میں نے (امام) مالک (بن انس)، اوزاعی، ابن جریج، سفیان (الثوری اور معمر (بن راشد) کو یہ فرماتے سنا کہ ایمان قول و عمل (کا نام) ہے۔ زیادہ اور کم ہوتا ہے۔

(۸) حسن، دیکھئے حدیث سابق: ۷

(۹) موضوع

اسے ابن ماجہ، المقدمہ، آخر: باب فی الایمان ح ۴۷ وغیرہ نے عبد الوہاب بن مجاہد سے روایت کیا ہے۔ یہ عبد الوہاب بالاجماع متروک ہے (انظر تہذیب التہذیب ۶/۴۰۰) وغیرہ، اسے سفیان ثوری وغیرہ نے کذاب قرار دیا ہے۔ (۱۰) ضعیف ہے۔

اسے عبد اللہ بن احمد (السنی: ۶۲۳) آجری (الشریعہ ص ۱۱۱) اور (شعب الایمان: ۵۵) نے اسماعیل بن عیاش نے بیان کیا ہے۔  
عبد اللہ بن ربیعہ کو ابن حبان (الثقات ۵/۲۷) کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا لہذا وہ مجہول الحال ہے۔ واللہ اعلم (۱۱) ضعیف ہے۔

اسے عبد اللہ بن احمد (السنی: ۶۲۳) نے اسماعیل نے عیاش سے بیان کیا ہے، ابن ماجہ کے ہاں اس روایت کا ایک دوسرا رنگ ہے (زوائد ابن القطان ح ۷۵) حارث سے مراد ابو حبیب بن حارث بن قحطہ ہے (شعب الایمان: ۵۳، ۵۴) ابو حاتم نے اس کا اشارہ کیا ہے کہ حارث بن قحطہ نے ابوالدرداء سے (کچھ) نہیں سنا لہذا یہ سند منقطع ہے۔  
(۱۲) سند صحیح ہے، اسے آجری نے عبدالرزاق سے بیان کیا ہے۔ (الشریعہ ص ۱۱۷)

☆☆☆

۱۳۔ (امام) مالک (بن انس: صاحب المؤطاء) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِيُزَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ﴾ تاکہ ان کے ایمان پر ایمان زیادہ ہو جائے [الف: ۴]

اور ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا:

﴿رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أُولَٰئِكَ تُؤْمِنُ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيُطْمَئِنَّ قُلُوبِي﴾

اے میرے رب! مجھے دکھاؤ کہ تم کس طرح مردوں کو زندہ کرتے ہو؟ کہا: کیا تجھے یقین نہیں؟ کہا: ضرور (یقین) ہے لیکن  
میں اپنا دل مطمئن کرنا چاہتا ہوں [البقرہ: ۱۶۰]

(مالک نے) فرمایا: پس اُن کے دل کا اطمینان، ایمان کی زیادتی ہے، اور راوی نے باقی حکایت (بیان) کی (جسے  
یہاں حذف کر دیا گیا ہے)

۱۴۔ یحییٰ بن سلیم (الطائفی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ: ابن جریج، مالک، محمد بن مسلم (الطائفی)، محمد (بن عبد اللہ)  
بن عمرو بن عثمان ثنی اور سفیان الثوری فرماتے تھے کہ ایمان قول و عمل (کا نام) ہے۔

باب (۳) اُس دلیل کا ذکر کہ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے

۱۵۔ (سفیان) بن عیینہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ:

میں نے ستر سال سے، عمرو بن دینار سمیت اپنے (تمام) استادوں کو (یہی) فرماتے سنا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے  
مخلوق نہیں ہے۔

(۱۳) اس کی سند ضعیف ہے۔

اسحاق بن محمد القروی حافظ کی وجہ سے ضعیف ہے اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اس کی روایات (جن کی کل تعداد تین ہے) صحیح  
بخاری میں متابعت میں ہیں۔ حاکم (۹۰/۴) وغیرہ نے اس کی روایات کو صحیح کہا ہے۔

(۱۴) اس کی سند حسن ہے۔

اسے لاکائی نے اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ (۸۴۷، ۸۴۸/۲) نے حمیدی عن یحییٰ بن سلیم کی سند سے نقل کیا ہے۔

امام بخاری نے فرمایا: حمیدی نے یحییٰ بن سلیم سے جو روایت کیا ہے وہ صحیح ہے (دیکھئے تہذیب التہذیب ۱۹۹/۱)

(۱۵) اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے (الاسماء والصفات ص ۲۴۵ نوٹ: آخری ص ۳۱۵) نے اس کتاب کے مؤلف ابوالاحد الحاکم سے روایت کیا ہے حکم بن محمد الطبری کو ابن حبان  
نے ثقات (۱۹۵/۸) میں ذکر کیا۔ بخاری اس سے روایت کرتے ہیں (التاریخ الکبیر ۳۳۸/۲) وخلق افعال العباد: (۱) لہذا وہ حسن الحدیث ہے۔  
الاسماء والصفات میں اس کا ایک شاہد بھی ہے واللہ



### باب نمبر (۴)

۱۶۔ (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) سے پوچھا گیا کہ آپ خلافت کے بارے میں کیا موقف رکھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ابوبکر، عمر، عثمان، اور علی (خلفائے راشدین ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین)

کہا گیا: گویا آپ سفینہ (رضی اللہ عنہ) والی حدیث کے قائل ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں سفینہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث اور ایک دوسرے چیز کا قائل ہوں۔ میں نے (احادیث کی روشنی میں) دیکھا کہ ابوبکر اور عثمان (رضی اللہ عنہما) کے زمانے میں علی (رضی اللہ عنہ) نے اپنے آپ کو امیر المؤمنین نہیں کہا اور نہ نمازوں اور حدود کے قیام کا اہتمام کیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کے بعد انہوں نے یہ کام کئے تو مجھے علم ہو گیا کہ اس وقت وہ اس بات کے مستحق ہو گئے جس کے وہ پہلے مستحق نہیں تھے۔

۱۷۔ ابورجاء قتیبہ بن سعید (رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ:

(دین اسلام کے) اماموں کا (اہل) اسلام اور (اہل) سنت میں یہی قول مُسلم ہے کہ:

اللہ کے فیصلے پر (مکمل) رضا مندی، اس احکامات کی اطاعت اور حکمتوں پر صبر (کیا جائے)، اچھی اور بری تقدیر پر ایمان، اللہ نے جس کا حکم دیا ہے اُس پر عمل اور جس سے منع کیا ہے اُس سے اجتناب، خلوص (اور صحیح نیت) کے ساتھ (صرف) اللہ کے لئے (نیک) عمل کرنا۔ دین میں جھگڑے، شک اور مجادلے ترک کر دینا: موزوں پر مسخ کرنا اور ہر خلیفہ کے ساتھ مل کر کافروں سے جہاد کرنا۔ تجھے جہاد کا ثوب ملے گا اور اُس (خلیفہ) کی بُرائی اُس پر (ہی) ہے۔ جمعہ وعیدین کی نماز باجماعت ہر نیک و بد کے پیچھے پڑھنا۔ اہل قبلہ میں سے جو شخص فوت ہو جائے اس کی نماز جنازہ پڑھنا مسنون ہے۔ ایمان قول و عمل ہے اور ایمان کے درجات ہیں۔ قرآن اللہ کا کلام ہے ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی جنت و جہنم کا (صراحۃً بالجزم) مستحق قرار نہیں دیتے۔ اور اہل توحید میں سے کسی شخص پر (جنتی یا جہنمی کی) قطعی گواہی نہیں دیتے اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو۔

ہم مسلمان حکمرانوں کے خلاف خروج نہیں کرتے اگرچہ وہ (باہم) لڑائیاں کریں جو شخص امت پر خروج کا قائل ہے چاہے کوئی بھی ہو، ہم اُس سے بری ہیں۔

(۱۶) اس کی سند حسن ہے۔

اسے (کتاب الاعتقاد ۳۳۶) نے مولف کتاب ابوالاحمد الحاکم سے روایت کیا ہے اس کا راوی ابو عمرو بہ الحارثی ثقہ ہے اس سے تشیع کی بدعت ثابت نہیں ہے کجایہ کہ علوفی التشیع کا الزام؟

(۱۷) اس کی سند صحیح ہے۔

اس امت میں نبی ﷺ کے بعد سب سے افضل ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان (پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین) صحابہ کرام کی بُرائیاں بیان کرنے سے (مکمل) اجتناب کیا جائے۔ ہم اُن میں سے کسی ایک کا ذکر بھی بُرائی کے ساتھ نہیں کرتے۔ اور نہ کسی کی تنقیص کرتے ہیں۔

(قیامت کے دن اللہ کی) رؤیت (یعنی مومنین کا دیدار باری تعالیٰ) رؤیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے جو (صحیح) احادیث پہنچی، ہیں انہیں برحق سمجھ کر تصدیق کرنا: رسول اللہ ﷺ کی ہر (صحیح و حسن) حدیث کی اتباع کرنا سوائے یہ کہ کسی حدیث کا منسوخ ہونا معلوم ہو جائے تو نسخ پر عمل کیا جائے گا۔ عذاب قبر حق ہے۔ (اعمال کا) میزان (میں تولانا) حق ہے۔ حوض (کوثر) حق ہے اور (امت کے گنہ گاروں کے لئے) شفاعت حق ہے۔ (جہنم کی) آگ سے ایک قوم کا نکلنا حق ہے۔ یہ سچ ہے کہ (قیامت سے پہلے) دجال نکلے گا، رحم حق ہے جب دیکھو کہ کوئی شخص درج ذیل علماء سے محبت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ سیدھے راستے پر ہے۔ سفیان الثوری، مالک بن انس، ایوب السختیانی، عبد اللہ بن عون، یونس بن عبید، سلیمان التیمی، شریک القاضی، ابوالاحوص، الفضیل بن غیاث، سفیان بن عیینہ، لیث بن سعد، (عبد اللہ) بن المبارک، وکیع بن الجرح، یحییٰ بن سعید (القطان) عبد الرحمن بن مہدی، یحییٰ بن یحییٰ (انیسا پوری) احمد بن حنبل اور اسحاق راہویہ اگر کسی آدمی کو دیکھو جو انہیں شکوک میں مبتلا سمجھتا ہے تو جان لو کہ صراطِ مستقیم سے بھٹکا ہوا ہے۔ اگر وہ انہیں مشبہ کہے تو اس شخص سے بچ جاؤ یہ جہمی ہے۔ اگر وہ انہیں مجبرہ کہے تو یہ تقدیر کا منکر ہے۔

ایمان کے (مختلف) درجات ہیں۔ ایمان قول، عمل اور نیت کا نام ہے۔ نماز ایمان میں سے ہے (اس طرح) زکوٰۃ اور حج (بھی) ایمان میں سے ہے۔ راستے سے تکلیف دہ اشیاء کا ہٹانا ایمان میں سے ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ لوگ ہمارے ہاں اقرار، حدود اور وراثت کے لحاظ سے مومنین ہیں۔ اللہ نے انہیں یہی نام دیا ہے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ اللہ کے نزدیک بھی بلا شک مومن ہی ہے۔ ہم ”عند اللہ“ کا دعویٰ نہیں کرتے۔ اور ہم یہ (بھی) نہیں کہتے کہ (ہمارا ایمان) جبریل و میکائیل کے ایمان جیسا ہے کیونکہ ان دونوں کا ایمان تو مقبول ہے۔ ہم قدری (منکر تقدیر) رافعی اور جہمی (امام) کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ اور جس نے اس آیت:

﴿إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي﴾

بے شک میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی اللہ نہیں پس میری عبادت کرو [طہ: ۱۴] کو مخلوق کہا اُس نے یقیناً کفر کیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کو مخلوق کی عبادت کا حکم نہیں دیا۔

(یہ) معلوم ہے کہ اللہ ساتویں آسمانوں پر، اپنے عرش پر ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ،



لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَى ﴿٥﴾  
رحمن عرش پر مستوی ہوا۔ آسمانوں زمین، ان کے درمیان اور گہرائیوں میں جو کچھ ہے اسی کا ہے [طہ: ۵]  
جنت اور جہنم دونوں مخلوق ہیں۔ یہ (کبھی) فنا نہیں ہوگی۔ نماز اللہ کی طرف سے تمام رکوعوں، سجدوں اور قرأت کے ساتھ  
فرض ہے۔

۱۸۔ نصر بن علی الجہضمی (رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ:  
میں سفینہ (رضی اللہ عنہ) والی حدیث پر عمل کرتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر، عمر، عثمان، اور علی کی تقدیم (فضیلت)  
کا قائل ہوں۔ (احمد) بن حنبل کا قول بھی یہی ہے اور انہوں نے حدیث سفینہ کو حجت سمجھا ہے  
۱۹۔ یحییٰ بن معین (رحمہ اللہ) نے فرمایا:  
قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے، اور بار بار فرمایا:  
اس اُمت میں نبی ﷺ کے بعد سب سے بہتر ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی (رضی اللہ عنہم) یہی ہمارا قول ہے اور یہی  
ہمارا مذہب ہے۔

باب (۵) اس بات کی دلیل کہ عمل کے وقت نیت کے بغیر عمل کا کوئی اعتبار نہیں ہے  
۲۰۔ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ اور ہر آدمی کو وہی ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے پس جو اللہ اور رسول کے لئے اپنا گھر بار  
چھوڑ کر دیتا ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لئے (ہی) ہوتی ہے اور جو شخص دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے  
شادی کرنے کے لئے گھر بار چھوڑتا ہے تو اس کی ہجرت اس کے لئے ہوتی ہے۔

(۱۸) اس کی سند ضعیف ہے۔

محمد بن ایوب کا تعین یہاں نامعلوم ہے۔ واللہ اعلم

(۱۹)

اس کی سند صحیح ہے۔

(۲۰)

متفق علیہ۔

اسے بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب النية فی الایمان ح ۲۶۸۹ اور مسلم، کتاب الزمارة، باب استحباب  
طلب الشهادة فی سبیل اللہ ح ۱۹۰۷ نے عبد الوہاب الشافعی کی سند سے روایت کیا ہے۔

باب (۶) اس کی دلیل کہ نماز اور وضوء، ایمان میں سے ہیں  
۲۱۔ ابو مالک الاشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: وضوء آدھا ایمان ہے۔  
الحمد للہ میزان کو بھر دے گی۔ نماز نور ہے صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے۔ قرآن تیری دلیل ہے یا تجھ پر حجت ہے۔  
باب (۷) اس کی دلیل کہ اللہ وضوء کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول کرتا ہے

۲۲۔ (عبداللہ) بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، وضوء کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول کرتا ہے  
باب (۸) جو شخص اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے اُس پر (اعضاء کا) دھونا (یعنی وضوء) فرض ہے اور اس کا کتاب و سنت سے بیان کہ (یہاں) ہاتھ سے چھونا (مراد) ہے  
۲۳۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

اگر ہم کا غنڈ پر لکھی ہوئی کتاب تجھ پر نازل کرتے تو یہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے [الانفال: ۷]

۲۴۔ پس ہمارے رب نے بتایا ہے کہ ہاتھ سے چھو اجاتا ہے

۲۵۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اے ایمان والو! جب تم نماز کے (ارادے کے) لئے کھڑے ہو جاؤ تو اپنے چہرے دھو..... (سے لے کر) اور (اگر) تم عورتوں کو چھو پھر پانی نہ پاؤ تو تیمم کر لو [المائدہ: ۶]

۲۶۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ہر آدمی کو ضرور بالضرور زنا سے (کچھ) حصہ ملتا ہے۔ فرمایا: آنکھ کا زنا (غاشی و بے حیائی کی طرف) نظر (کرنا) ہے۔  
ہاتھ کا زنا چھونا ہے دل خواہشات گھڑ کر اُن سے نکل رہتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کر دیتی ہے۔

(۲۱) اسے مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء ج ۲۲۳ وغیرہ نے ابان بن یزید الطار سے روایت کیا ہے۔

(۲۲) اسے مسلم، کتاب الطہارۃ، باب وجوب الطہارۃ للصلوۃ ج ۲۲۴ وغیرہ نے سماک بن حرب سے روایت کیا ہے۔

(۲۶) اس کی سند صحیح ہے۔

یہ روایت صحیح ابن خزیمہ (۳۰ ج ۲۰۷) میں ہے اور غالباً وہیں سے صاحب کتاب نے اسے نقل کیا ہے اسے ابن حبان (الاحسان

۴۴۰۵) نے بھی صحیح قرار دیا ہے اور اس کے متعدد شواہد ہیں۔

- ۲۷۔ عبد اللہ (بن عمر رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ:  
آدمی کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور انہیں اپنے ہاتھ سے چھو ناملا مست میں سے ہے۔ پس جو شخص اپنی بیوی کا بوسہ لے گا یا  
اپنے ہاتھ سے (بنظر شہوت) اسے چھو لے تو اسے وضوء کرنا چاہئے۔
- ۲۸۔ عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ:  
بوسہ لینا ملا مست (چھونے) سے ہے اور اس سے وضوء (لازم) ہے ملا مست جماع کے علاوہ ہے۔
- باب (۹) اس کا ذکر کہ اذان دو دفعہ ہے اور اقامت ایک ایک دفعہ ہے
- ۲۹۔ انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:  
بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا گیا (تھا) کہ اذان دوہری کہیں اور اقامت اکہری کہیں۔
- ۳۰۔ انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ: بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا گیا (تھا) کہ اذان دوہری کہیں اور اقامت  
اکہری کہیں سوائے قدمات الصلاۃ کے۔
- ۳۱۔ انس (رضی اللہ عنہ) سے (ہی) روایت ہے کہ:  
بے شک نبی ﷺ نے بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا تھا کہ وہ اذان دوہری کہیں اور اقامت اکہری کہیں۔

(۲۷) صحیح ہے۔

اسے امام مالک (الموطاء ۴۳۱ ح ۶۳) وغیرہ نے امام زہری سے بیان کیا ہے اور دارقطنی (۱۴۳۱) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔ سنن دارقطنی  
وغیرہ میں اسے شواہد بھی ہیں واللہ۔

(۲۸) صحیح ہے۔

اسے عبد الرزاق (المصنف: ۵۰۰، ۴۹۹) ابن ابی شیبہ (المصنف: ۲۵۱) طبرانی (الکبیر: ۲۸۵/۹) ابن جریر الطبری (التفسیر: ۶۷/۵) دارقطنی  
(۱۴۵/۱) اور (۱۴۳۱) وغیرہم نے اعمش سے بیان کیا ہے۔ اسے دارقطنی نے صحیح کہا۔ بیہقی وغیرہ کے ہاں اس کا ایک صحیح شاہد بھی ہے۔

(۲۹) اسے مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الامر بشفع الاذان وابتار الاقامۃ ح ۳۷۸ وغیرہ نے وہیب بن خالد کی سند سے روایت کیا ہے نیز دیکھئے  
آنے والی حدیث: ۳۰

(۳۰) متفق علیہ۔

یہ روایت منند الدارمی (۲۷۱/۱) میں ہے اور مصنف نے غالباً وہیں سے نقل کیا ہے اسے بخاری نے سلیمان بن حرب سے روایت کیا ہے  
(کتاب الاذان، باب الاذان ثنی ثنی ح ۶۰۵) نیز دیکھئے حدیث سابق: ۲۹

(۳۱) صحیح ہے۔

اسے نسائی، کتاب الاذان، باب تبشیر الاذان ح ۶۲۸ نے عبد الوہاب الثقفی سے روایت کیا ہے۔ اس کی اصل متفق علیہ ہے دیکھئے ح ۳۰، ۲۹

☆☆☆

۳۲۔ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ:

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اذان دوہری ہوتی تھی اور اقامت اکہری ہوتی تھی۔

۳۳۔ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اذان (کلمات) دو دو دفعہ اور اقامت (کلمات) ایک ایک دفعہ تھے۔ سوائے اقامت کے، اس کے کلمات (قد قامت الصلوٰۃ) دو دفعہ کہے جاتے تھے۔

ہم جب اقامت سنتے تو وضوء کرتے اور نماز کے لیے چلے جاتے تھے۔

۳۴۔ ابو محذورہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں (درج ذیل) اذان سکھائی تھی۔

اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمد ا رسول اللہ، اشہد ان محمد ا رسول اللہ۔ پھر وہ دوبارہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان محمد ا رسول اللہ (دو دفعہ) کہتے تھے۔ پھر حی علی الصلوٰۃ (دو دفعہ) اور حی علی الفلاح (دو دفعہ) کہتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ

۳۵۔ ابو محذورہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میں کے قریب آدمیوں کو حکم دیا کہ اذان کہیں، تو انہوں نے اذان دی۔ آپ کو ابو محذورہ (رضی اللہ عنہ) کی اذان پسند آئی تو آپ نے انہیں یہ اذان سکھائی اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمد ا رسول اللہ، اشہد ان محمد ا رسول اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمد ا رسول اللہ، اشہد ان محمد ا رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، اور اقامت دوہری ہوتی تھی۔

(۳۲) اس کی سند صحیح ہے۔

اسے دارقطنی (۲۳۹/۱) نے عبد اکبر بن الہیثم وغیرہ سے روایت کیا ہے دیکھئے حدیث: ۳۳

(۳۳) اس کی سند حسن ہے۔

اسے ابوداؤد (۵۱۰، ۵۱۱) وغیرہ نے شعبہ سے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ (۳۷۴) ابن حبان (۱۶۷۵، ۱۶۷۶) حاکم (۱۹۸/۱) اور ذہبی وغیرہم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے متعدد شواہد ہیں (۳۴) اسے مسلم، کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الاذان ج ۳۷ وغیرہ نے معاذ بن ہشام الاستوائی سے روایت کیا ہے۔

(۳۵) صحیح ہے۔

اسے ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب کیف الاذان ج ۵۰۲، ترمذی (۱۹۲) نسائی (۶۳۱) اور ابن ماجہ (۷۰۹) وغیرہم نے ہمام بن منکیب سے بیان کیا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا ”حسن صحیح“

باب (۱۰) اس کی دلیل کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم (سورت توبہ کے علاوہ) سورت کی آیت ہے اور نماز میں اسے پڑھنا واجب (یعنی فرض) ہے

۳۶۔ انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ پر (ایک دفعہ) غش کی حالت چھا گئی۔ پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا تو لوگوں نے اس مسکراہٹ کے بارے میں پوچھا۔

آپ نے فرمایا: محمد پر ابھی ایک سورت اُتری ہے۔ پھر آپ نے (درج ذیل سورت) تلاوت فرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّا شَافِعُكَ هُوَ الْآبِتُ﴾ [الکوثر: ۱-۳]

پھر آپ نے ہم سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟

ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

یہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ اس کا ایک حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری اُمت آئے گی۔ اس کے (پلانے والے) برتن ستاروں کی تعداد میں (یعنی بے شمار) ہیں۔ آدمی (یا آدمیوں)

(روک لیا جائے گا تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ تو میری اُمت میں سے ہے؟

مجھے کہا جائے گا: تجھے پتہ نہیں کہ انہوں نے تیرے بعد کون سی بدعات ایجاد کر لی تھیں۔

۳۷۔ ام سلمہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو (درج ذیل) قرأت فرماتے سنا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، الحمد لله رب العالمین ، الرحمن الرحیم ، مالک يوم الدين ، حتی کہ آپ نے (عام) دیہاتیوں کی طرح سات آیات (ہاتھوں پر) گن لیں۔

(۳۶) اسے مسلم، الصلوٰۃ، باب حجة من قال البسملة آية من أول كل سورة سوى سورة البراءة ح ۴۰۰ وغیرہ نے مختار بن فلفل کی سند سے بیان کیا ہے۔

(۳۷) ضعیف ہے۔

اسے ابن خزیمہ (۴۹۳) دارقطنی (۳۰۷/۱) حاکم (۲۳۲/۱) اور بیہقی (۴۳۲/۲) (سنن الکبریٰ ۴۳۲/۲) نے عمر بن ہارون کی سند سے روایت کیا ہے۔ عمر مذکور مجروح ہے اس پر بیہقی وغیرہ نے جرح کی ہے اصل حدیث ابوداؤد (۴۰۰/۱) ترمذی (۲۹۲۷) وغیرہ نے ابن جریر سے دوسرے متن کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

☆☆☆

۳۸۔ نعیم الجمر (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی پھر سورۃ فاتحہ پڑھی۔ آپ جب ولا الضالین پر پہنچے تو آپ نے آمین کہی۔ لوگوں نے (بھی) آمین کہی۔ آپ جب سجدہ کرتے اور دو رکعتوں سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے۔ اور جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہوں۔

۳۹۔ انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ، ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) بسم اللہ الرحمن الرحیم سر اُڑھتے تھے۔

۴۰۔ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کی ابتداء فرماتے تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے۔

۴۱۔ بریدہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس وقت تک مسجد سے نہیں نکلوں گا جب تک تمہیں ایک سورت کی ایک آیت نہ سکھا دوں جو مجھ سے پہلے، سوائے سلیمان بن داود (علیہ السلام) کے کسی پر نازل نہیں ہوئی۔ پھر نبی ﷺ (وہاں سے) نکل کر (مسجد کے) دروازے کی دلیز پر پہنچے (تو) فرمایا: تم اپنی نماز اور قرأت کس سے شروع کرتے ہو؟ میں نے کہا: بسم اللہ الرحمن الرحیم سے، انہوں نے فرمایا: وہ آیت یہی ہے۔ پھر آپ مسجد سے باہر نکل گئے۔

(۳۸) اس کی سند صحیح ہے۔

اسے نسائی، الاقتراح، باب قرأت بسم اللہ الرحمن الرحیم ج ۶/۹۰ وغیرہ نے لیث بن سعد سے روایت کیا ہے اسے ابن الجارود (۱۸۴) ابن خزیمہ (۴۹۹) ابن حبان (موارد: ۴۵۰، الاحسان: ۱۷۹۸) حاکم (۲۳۲۱) و ڈھبی وغیرہم نے صحیح قرار دیا ہے سعید بن ابی حلال پر اختلاف کی جرح مردود ہے۔

(۳۹) اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے ابن خزیمہ (۴۹۸) وغیرہ نے سوید بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے۔ سوید مذکور جمہور ائمہ کے نزدیک ضعیف ہے (مجمع الزوائد ۳/۱۴۷ اوھو الصواب) اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

اسے طبرانی (الوسط: ۸۴۵) نے احمد بن یحییٰ الحلوانی سے نقل کیا ہے۔ اور دارقطنی نے (۳۰۵/۱) روایت کیا ہے اس کے راوی عبدالرحمن بن عبداللہ بن عمر العری کے بارے میں پیشی نے کہا: ضعیف جداً (مجمع الزوائد ۱۰۹/۱) یہ راوی متروک ہے۔

(۴۱) اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے دارقطنی (۳۱۰/۱) بیہقی (۶۲۱۰) اور طبرانی (الوسط: ۶۲۹) نے سلمہ بن صالح سے روایت کیا ہے۔ بیہقی نے کہا ”اسنادہ ضعیف“ سلمہ اور عبدالکریم دونوں جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اور یزید بن ابی خالد کے حالات مطلوب ہیں۔



باب (۱۱) فرض نماز وغیرہ میں جو دعائے استفتاح پڑھی جاتی ہے اُس کا ذکر

۴۲۔ علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز کی ابتداء فرماتے تو (درج ذیل الفاظ) پڑھتے تھے:

وجهت وجهی للذي فطر السموات والارض .... واتوب اليك -

اور جب آپ فرض نماز میں سجدہ فرماتے تو (یہ الفاظ) پڑھتے تھے:

اللهم لك سجدت وبك آمنت .... تبارك الله احسن الخالقين -

جب آپ رکوع کرتے تو فرماتے:

اللهم لك ركعت وبك آمنت وبك أسلمت أنت ربي -

جب آپ فرض نماز میں رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے:

اللهم ربنا لك الحمد ملء السموات ... وملء ما شئت من شيء بعد -

باب (۱۲) اس کی دلیل کہ نماز میں دو سکتے سنت ہیں اور نمازی تکبیر اور قرأت کے درمیان جو پڑھتا

ہے اُس کا ذکر

۴۳۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب تکبیر کہتے تو تکبیر اور قرأت کے درمیان (تھوڑی دیر)

سکتے فرماتے -

میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اس سکتے میں کیا کہتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: میں (درج ذیل الفاظ) کہتا ہوں:

اللهم باعد بيني وبين خطاياي كما باعدت بين المشرق والمغرب ، اللهم نقني من خطايي كما ينق

الثوب من الدنس ، اللهم اغسلني بالماء والثلج والبرد -

(۴۲) صحیح ہے -

اسے ابو عوانہ (۱۰۳، ۱۰۲/۲) اور ابن حبان (الاحسان: ۱۷۸) نے یوسف بن مسلم سے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ (۶۰۷)

وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے - مسلم (۷۷۱) ابو داؤد (۷۶۱) ترمذی (۳۲۲۳) ابن ماجہ (۱۰۵۴) وغیرہ میں اس کی کئی سندیں ہیں -

(۴۳) متفق علیہ ہے -

اسے مسلم، کتاب المساجد، باب ما يقال بين تكبيرة الاحرام والقرأة ۵۹۸ وغیرہ نے محمد بن فضیل بن غزوان سے روایت کیا ہے نیز دیکھئے ج:

۴۴ -

باب (۱۳) اس دلیل کا ذکر کہ پہلے تشہد کے بعد والی رکعت کے شروع میں سکتہ ضروری نہیں ہے  
۴۴۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو (قرأت)  
الحمد للرب العالمین سے شروع کرتے اور سکتہ نہ کرتے تھے۔

باب (۱۴) اس دلیل کا ذکر کہ نماز کی چابی وضوء ہے۔ تکبیر تحریمہ سے (نماز) شروع ہوتی اور سلام سے  
ختم ہو جاتی ہے

۴۵۔ محمد بن حنفیہ کے والد (علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز کی چابی  
وضوء ہے۔ (نماز کے علاوہ تمام امور کو) حرام کرنے والی تکبیر اور (انہیں) حلال کرنے والی سلام (پھیر دینا) ہے۔  
باب (۱۵) اس دلیل کا ذکر کہ رکوع وجود اور ہر اونچ نیچ میں سیدھے اٹھنا لازمی سنت (یعنی فرض) ہے۔  
(ان امور میں) اطمینان فرض ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی

۴۶۔ ایک بدری (صحابی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:  
ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے اور اس آدمی کو پتہ نہیں تھا۔ پس اُس نے دو رکعتیں  
پڑھی پھر آ کر نبی ﷺ کو سلام کہا تو آپ نے فرمایا:  
وعلیک السلام (اور تجھ پر بھی سلام ہو) جاؤ (دوبارہ) نماز پڑھو۔ تو نے نماز پڑھی ہی نہیں (آپ نے یہ دو دفعہ کیا) تیسری  
دفعہ اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے (نماز کا طریقہ) سکھاؤ۔ میں نے اپنی (پوری) کوشش کر لی ہے۔ آپ

(۴۴) متفق علیہ ہے۔

اسے بخاری، کتاب الاذان، باب ما یقرأ بعد التکبیر ج ۴۴

و مسلم (۵۹۸) نے عبد الواد بن زیاد سے روایت کیا ہے دیکھئے حدیث سابق: ۴۳

(۴۵) حسن ہے۔

اسے ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب فرض الوضوء ج ۶۱ و ۶۱۸ ترمذی (۳) ابن ماجہ (۲۷۵) وغیرہم نے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے۔ اس  
روایت کے بہت سے شواہد ہیں جن کے ساتھ یہ حسن لغیرہ ہے۔

(۴۶) صحیح ہے۔

اسے ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ من لا یتقیم صلیہ فی الركوع والسجود ج ۵۶ و ۱۸ اور ابوعوانہ (۱۰۳/۲) نے انس بن عیاض سے روایت کیا  
ہے۔

ابو بخاری (۷۹۳، ۷۵۷) و مسلم (۳۹۷) وغیرہما نے عبد اللہ بن عمر سے بیان کیا ہے لہذا یہ روایت اصلاً متفق علیہ ہے۔

نے فرمایا: جب تو نماز کا ارادہ کرے تو اپنے طریقے سے وضوء کر۔ پھر قبلے کی طرف رخ کر کے تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہہ پھر (فاتحہ پڑھنے کے بعد) قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھ۔ پھر جب رکوع کرے تو اطمینان سے رکوع کر۔ پھر جب (رکوع سے) سر اٹھائے تو اطمینان سے کھڑا ہو جا۔ پھر جب سجدہ کرے تو اطمینان سے سجدہ کر۔ پھر سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جا۔ پھر اطمینان سے سجدہ کر۔ پھر (جلسہ استراحت کے بعد) اٹھ کر کھڑا ہو جا۔ اگر تو نے ایسا کیا تو تیری نماز مکمل ہے اور اس سے جس چیز کو کم کیا تو تیری نماز کا نقصان ہے۔

باب (۱۶) اس دلیل کا ذکر کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز جائز نہیں ہے

۴۷۔ عبادہ بن الصامت (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے فرمایا:

اس شخص کی نماز نہیں ہے جو (اس میں) سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

۴۸۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص ایسی نماز پڑھے جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ (نماز) ناقص ہے ناقص ہے ناقص (بمعنی فاسد) ہے۔ مکمل نہیں ہے۔

۴۹۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز جائز نہیں ہے۔

(راوی کہتا ہے کہ) میں نے (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے کہا: اگر میں امام کے پیچھے ہوں (تو کیا کروں)؟ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے فارسی! اپنے دل میں (یعنی سر) پڑھ،

(۴۷) متفق علیہ ہے۔

اسے بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءة للامام والمأموم ۵۶۷ مسلم، کتاب الصلوۃ باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة ۳۹۴ نے سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے ابوداؤد (۸۲۲) نے منقطع سند کے ساتھ سفیان بن عیینہ سے اس روایت میں ”لمن یصلی وحده“ کے الفاظ ذکر کیے ہیں۔ چونکہ ابوداؤد کی سفیان سے ملاقات نہیں لہذا یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۴۸) اسے مسلم، کتاب الصلوۃ، باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة ۳۹۵ وغیرہ نے العلاء بن عبد الرحمن سے روایت کی ہے۔ یہ روایت ابوالعباس محمد بن اسحاق الشافعی نے جزء من حدیث (مخطوط ص ۸۱۹۰) پر بیان کی ہے اور مصنف نے غالباً وہیں سے نقل کی ہے۔

(۴۹) اس کی سند صحیح ہے۔

اسے ابن خزیمہ (۴۹۰) اور ابن حبان (موارد: ۴۵۷، الاحسان: ۱۷۸۶) نے محمد بن یحییٰ سے روایت کیا ہے۔

باب (۱۷) اس دلیل کا ذکر کہ شروع نماز، رکوع اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا مصطفیٰ علیہ السلام کی سنت ہے

۵۰۔ عبد اللہ (بن عمر رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

میں نے دیکھا، رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں کندھوں تک رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے۔ اور دونوں بجدوں کے درمیان عمل نہیں کرتے تھے۔

۵۱۔ نوفل بن فرات (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ عمر بن عبد العزیز (خلیفہ: رحمہ اللہ) سے نماز میں رفع یدین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے۔ سالم نے اپنے باپ سے (نہیں) یاد رکھا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ اس کے والد (عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) نے نبی ﷺ سے یاد نہیں رکھا؟

۵۲۔ محمد بن عمرو بن عطاء القرشی (تابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے دس صحابہ میں ابو حمید الساعدی کو دیکھا (رضی اللہ عنہم اجمعین) انہوں نے انہیں کہا: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں حدیث نہ سنا دوں؟ انہوں نے کہا: تم نہ ہم سے پہلے آپ (ﷺ) کے قدیم صحابی ہو اور نہ (ہم سے) زیادہ آپ کی اتباع کی ہے، انہوں نے کہا: میں تمہیں بتا دوں، انہوں نے کہا: بتا دو، انہوں نے فرمایا: میں نے دیکھا جب آپ (ﷺ) نماز کے شروع میں تکبیر کہتے (تو) رفع یدین کرتے۔ اور جب رکوع (کا ارادہ) کرتے رفع یدین کرتے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے۔ پھر تھوڑی دیر بٹھہرے رہتے حتیٰ کہ ہر عضو اپنی جگہ پر پہنچ جاتا۔ پھر سجدہ کے لئے جھکتے اور تکبیر کہتے۔

(۵۰) متفق علیہ ہے۔

اسے مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب رفع الیدین ح ۳۹۰

سے سفیان بن عیینہ سے اور بخاری، کتاب الأذان، باب رفع الیدین إذا کبر و إذا رکع وإذا رفع ح ۳۶۷ وغیرہما نے ابن شہاب الزہری کی سند سے روایت کیا ہے۔

(۵۱) حسن ہے۔

اسے باغندی نے مسند عمر بن عبد العزیز (۱۰) میں عبد اللہ بن محمد بن (ابی) أسامہ (الکلی) کی سند سے روایت کیا ہے۔ وہاں نوفل بن مساحق ہے جبکہ صحیح ”نوفل بن فرات“ ہے نوفل کو ابن حبان (الثقات ۵۳۱/۷، ۵۳۰) نے ”ثقة“ کہا ہے ابن ابی أسامہ الکلی اور عبد اللہ بن محمد بن أسامہ الاسامی دو علیحدہ شخصیتیں ہیں۔ جزاء رفع الیدین للبخاری (ق ۶) و تہذیب (۲۱۹/۹) میں اس کا صحیح شاہد ہے۔

(۵۲) صحیح ہے۔

اسے ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب افتتاح الصلوٰۃ ح ۳۰

ترمذی (۳۰۳) نسائی (۱۱۸۲) اور ابن ماجہ (۱۰۶۱) وغیرہم نے عبد الحمید بن جعفر سے بیان کیا ہے اسے ابن خزیمہ (۵۸۷) ترمذی، ابن ابی داؤد (۱۹۲) وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔

۵۳۔ خباب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:  
ہم نے (ظہر کی نماز کے سلسلے میں) رسول اللہ ﷺ کے سامنے گرمی کی شکایت کی تو آپ نے ہماری شکایت قبول نہیں فرمائی۔

۵۴۔ خباب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم نے اپنی پیشانیوں اور ہتھیلیوں کے بارے میں گرمی کی شدت کی شکایت کی تو آپ نے اسے قبول نہیں فرمایا: (یعنی گرمی میں ہی ظہر کی نماز پڑھتے رہے)

باب (۱۸) رکوع سے سر اٹھانے کے بعد نمازی کیا کہے اور نماز کی (مختلف) حالتوں کا ذکر  
۵۵۔ ابو مسعود (عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز میں رکوع اور سجدے سے (اٹھتے وقت) اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

۵۶۔ ابو سعید (الخدری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد (درج ذیل الفاظ) فرماتے تھے:

”ربنا لك الحمد ملء السموات وملء الارض وملء ما شئت من شىء بعد ، أهل الثناء والمجد ،  
أحق ما قال العبد وكلنا لك عبد ، اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع  
ذا الجدة منك الجدة“

(۵۳) اسے مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب تقديم الظہر فی أول الوقت فی غیر شدۃ الحر ۶۱۹ وغیرہ نے ابواسحاق البیہقی سے روایت کیا ہے۔

(۵۴) صحیح ہے دیکھئے حدیث سابقہ: ۵۳

اسے ابوالعباس محمد بن اسحاق الشافعی السراج نے اپنی سند میں روایت کیا ہے (ق ۹۰ ب ح ۱۰۱۰) مولف نے غالباً وہیں سے روایت کیا ہے۔

(۵۵) صحیح ہے۔

اسے ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ من لا یتقیم صلیہ فی الركوع والسجود ح ۸۵۵، ترمذی (۲۶۵) نسائی (۲۶۱/۱) وابن ماجہ (۸۷۰) وغیرہم نے سلیمان الاعمش سے روایت کیا ہے۔ اسے ترمذی، ابن خزیمہ (۶۶۶) اور ابن حبان (۱۸۸۹، ۱۸۹۰) وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔

(۵۶) اسے مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یقول إذا رفع رأسہ من الركوع ح ۴۷۷ نے امام دارمی السمرقندی سے بیان کیا ہے اور یہ روایت مسند الدارمی (۱۳۱۹ ح ۳۰۱) میں ہے۔

۵۷۔ وائل بن حجر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا۔ آپ (جب) نماز میں داخل ہوئے تو آپ نے تکبیر کہی (اور رفع یدین کیا) ہمام (راوی حدیث) نے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اس حالت کو بیان کیا۔ (محمد بن یحییٰ الذہلی: راوی نے کہا: میں نے عفان (بن مسلم: راوی) سے پوچھا: کیا آپ نے پھر اوپر اپنی چادر لپیٹ لی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، کہا: پھر اپنا دایاں ہاتھ بائیں (ہاتھ) پر رکھا۔ پھر جب رکوع کا ارادہ کیا تو چادر سے دونوں ہاتھ نکال کر رفع یدین کیا پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔ پھر جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو رفع یدین کیا۔ پھر جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔

۵۸۔ براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو سجدہ کرے تو (زمین وغیرہ پر) اپنی دونوں ہتھیلیاں رکھ اور اپنی کہنیوں کو بلند کر، ۵۹۔ عبد اللہ بن مالک (المشہور) ابن لخصینہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کے درمیان (اتنی) کشادگی فرماتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ ۶۰۔ ابوالجوزاء (تابعی) سے روایت ہے کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نماز تکبیر سے اور قرائت: الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے جب آپ رکوع کرتے تو نہ اپنا سر بہت جھکا لیتے اور نہ بلند رکھتے۔ اور جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ اور جب آپ سجدہ کرتے (پھر) سجدے سے سر اٹھاتے تو سیدھے بیٹھنے کے علاوہ نہیں بیٹھتے تھے۔ شیطان کی طرح بیٹھنے سے آپ منع فرماتے تھے۔ آپ اپنا بائیں پاؤں بچھاتے اور دایاں کھڑا کرتے تھے۔ سجدے میں (کتے کی طرح بازو بچھانے کو آپ سخت) ناپسند فرماتے تھے۔ آپ اپنی نماز اسلام سے ختم فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ: ہر دو رکعتوں میں تشہد ہے۔

(۵۷) اسے مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب وضع یدہ الیمنی علی الیسری ح ۴۰۱ نے عفان سے بیان کیا ہے۔ (۵۸) اسے مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الاعتدال فی السجود ح ۴۹۵ نے عبید اللہ بن ابیاد سے روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ابن خزیمہ (۳۲۹/۱ ح ۶۵۶) میں موجود ہے۔

(۵۹) اسے بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ ح ۳۵۶۳ و مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یجمع صفة الصلوٰۃ وما یفتح بہ، ح ۴۹۵ نے تنبیہ سے بیان کیا ہے اور یہ مسند السراج الشافعی (قلمی ۴۱) میں اسی سند و متن سے موجود ہے۔

(۶۰) اسے مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یجمع صفة الصلوٰۃ وما یفتح بہ ح ۴۹۸ نے اسحاق بن راہویہ سے بیان کیا ہے اور یہ ابن راہویہ کی مسند (قلمی ۶۱۴ ب) میں موجود ہے۔



باب (۱۹) تشہد اور اس کے بارے میں وارد شدہ مختلف الفاظ کا ذکر  
۶۱۔ عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف اپنا چہرہ کر کے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی نماز میں (تشہد کے لئے) بیٹھ جائے تو (یہ الفاظ) کہے:  
التحيات لله والصلوات والطيبات ، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته ، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين ۔

کیونکہ وہ یہ (کلمات) کہہ دیتا ہے تو (ان کا ثواب) آسمان و زمین میں ہر نیک آدمی کو پہنچ جاتا ہے۔  
أشهد أن لا اله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله ۔  
۶۲۔ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم تشہد کے فرض ہونے سے پہلے نماز میں کہا کرتے تھے: السلام على الله ، السلام على جبريل وميكائيل ، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
ایسا نہ ہو کیونکہ بے شک اللہ ہی سلام ہے۔ لیکن (یہ) کہو:

التحيات لله والصلوات والطيبات ، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته ، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين ، أشهد أن لا اله إلا الله ، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله ۔  
۶۳۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد اس طرح سکھاتے تھے جس طرح آپ ہمیں قرآن سکھاتے۔ آپ فرماتے تھے:  
التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله ، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته ، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين ، أشهد أن لا اله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله

(۶۱) صحیح ہے۔  
محمد بن سفیان المصیعی کا ذکر الانساب للسمعانی (۳۱۷/۵) میں بدون جرح و تعدیل موجود ہے تاہم یہ روایت صحیح بخاری (۶۲۳، ۸۳۱) و صحیح مسلم (۴۰۲) وغیرہ میں غمش کی سند کے ساتھ اسی مفہوم میں موجود ہے۔  
(۶۲) حسن ہے۔  
اسے نسائی، کتاب السہو، باب ایجاب التشہد ح ۱۲۷۸ وغیرہ نے سفیان بن عیینہ کی سند سے روایت کیا ہے، صحیح ابن حبان (الاحسان: ۱۹۴۶) میں اس کا ایک شاہد بھی ہے۔  
(۶۳) اسے مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب التشہد فی الصلوٰۃ ح ۴۰۳ وغیرہ نے لیث بن سعد سے روایت کیا ہے۔

۶۴۔ ابو مسعود عقبہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ ہم وہاں موجود تھے، اُس نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ پر (نماز) میں سلام (پڑھنا) تو ہم نے جان لیا ہے۔ جب ہم نماز پڑھیں تو آپ پر درود کس طرح پڑھنا چاہئے؟ اللہ آپ پر درود بھیجے۔  
آپ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہماری خواہش ہوئی کہ کاش اس شخص نے سوال (ہی) نہ کیا ہوتا۔ پھر آپ نے فرمایا:  
جب تم (نماز میں) مجھ پر درود پڑھو تو (یہ) کہو:

اللهم صل على محمد النبي الأمي وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وآل ابراهيم إنك حميد مجيد۔

باب (۲۰) اس دلیل کا ذکر کہ (آخری) تشہد میں (محمد) مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھنا فرض ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی

۶۵۔ فضالہ بن عبید الانصاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:  
رسول اللہ ﷺ نے دیکھا۔ ایک شخص نے نماز پڑھی۔ اس نے نہ حمد و تہجد پڑھی اور نہ نبی ﷺ پر درود پڑھا اور نماز سے فارغ ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے (بڑی) جلدی کی۔ پھر اسے بلایا، اسے اور دوسرے (لوگوں) کو فرمایا:  
جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو مجد و ثناء سے اس کی ابتداء کرے اور نبی ﷺ پر درود پڑھے پھر جو چاہے دعا مانگ لے۔

۶۶۔ جابر بن عبد اللہ (الانصاری رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ: اگر میں کوئی ایسی نماز پڑھوں جس میں نبی ﷺ پر درود نہ پڑھوں تو میں یہ نماز دوبارہ پڑھوں گا۔

(۶۴) اس کی سند حسن ہے۔

اسے ابوداؤد، ح ۹۸۱ وغیرہ نے محمد بن اسحاق بن یسار سے بیان کیا ہے، اسے دارقطنی (۳۵۵، ۳۵۴) نے ”اسنادہ حسن متصل“ اور حاکم (۲۶۸/۱) و ڈھبی نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

یہ روایت صحیح ابن خزیمہ (۳۵۲/۱ ح ۱۱) میں بھی موجود ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم (۴۰۵) میں ہے۔  
(۶۵) اس کی سند صحیح ہے۔

اسے ابوداؤد ح ۱۴۸۱ ترمذی (۳۴۷۶) و نسائی (۱۲۸۵) وغیرہم نے ابویہانی کی سند سے بیان کیا ہے اور ترمذی، حاکم (۲۳۰/۱) و ڈھبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ یہ روایت مؤلف کے استاد امام ابن خزیمہ کی صحیح میں موجود ہے (۳۵۱/۱ ح ۱۰)۔  
(۶۶) یہ سند موضوع ہے۔

جابر الجعفی ضعیف رافضی ہے (تقریب وغیرہ) اور عمرو بن شرمزوک الحدیث ہے (میزان الاعتدال ۲/۳۶۵) وغیرہ، ابن حبان نے کہا: وہ رافضی تھا۔ صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو گالیاں دیتا تھا اور ثقہ راویوں سے موضوع (من گھڑت) حدیثیں بیان کرتا تھا۔

۶۷۔ ابو مسعود (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ: اس آدمی کی نماز مکمل نہیں ہوتی جو نبی ﷺ پر درود نہ پڑھے۔

باب (۲۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی کیفیت

۶۸۔ ابو حمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے (رسول اللہ ﷺ سے) پوچھا: اے اللہ کے رسول!

ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہو

اللهم صل علی محمد وأزواجه وذریته كما صلیت علی إبراہیم وبارک علی محمد وأزواجه وذریته

كما بارکت علی إبراہیم انک حمید مجید۔

باب (۲۲) نماز کی کیفیت

۶۹۔ محمد بن عمرو بن عطاء (تابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابو حمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی نماز کو تم میں سے سب سے زیادہ یاد رکھنے والا میں ہوں۔ میں نے دیکھا۔ آپ جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں کندھوں کے برابر کرتے اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر مضبوطی سے رکھتے۔ پھر پیٹھ کو جھکا لیتے۔ پھر جب سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ ہڈی اپنی جگہ پہنچ جاتی۔ پھر جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں کو نہ (زیادہ) پھیلاتے اور نہ سکیڑ لیتے۔ آپ اپنے (پاؤں کی) انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رکھتے۔ آپ جب دو رکعتوں میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو بائیں (پاؤں) آگے کر کے سر پر بیٹھ جاتے (یعنی تورک کرتے تھے)

(۶۷) اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

شریک القاضی سے نیچے کے راوی کا تعین معلوم نہیں۔ الشیخ عبدالعزیز بن محمد السدحان حفظہ اللہ کا خیال ہے کہ وہ محمد بن عبدالرحمن بن غزوان ہے جس کے بارے میں دارقطنی نے گواہی دی ہے کہ وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ اگر یہ خیال صحیح ہے تو یہ سند موضوع ہے۔

(۶۸) اسے بخاری، احادیث الانبیاء، باب بعد باب یزفون ح ۳۳۹ و ۳۶۰ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد ح ۴۰۷ وغیرہ نے امام مالک سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث الموطا (۱۶۵/۱) میں موجود ہے۔

(۶۹) اسے بخاری، کتاب الاذان، باب سنة الجلوس فی التشہد ح ۸۲۸ نے لیث بن سعد سے بیان کیا ہے اور یہ روایت صحیح ابن خزیمہ (۳۲۴/۱ ح ۶۴۳) میں موجود ہے۔



۷۰۔ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ جب تشہد کے لئے بیٹھتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں گھٹنے پر اور بائیں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے۔ آپ ترین (۵۳) کا عدد بنا لیتے پھر دعا کرتے تھے۔

باب (۲۳) نماز میں سلام کی کیفیت کا ذکر

۷۱۔ سعد (بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دائیں طرف سلام پھیرتے تو آپ کے رخسار کی سفیدی نظر آ جاتی پھر بائیں طرف سلام پھیرتے تو آپ کے رخسار کی سفیدی (ہمیں) نظر آ جاتی۔

۷۲۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب سلام پھیرتے تو (اس کے بعد) کہتے:

اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام

۷۳۔ مغیرہ (بن شعبہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں سلام پھیر دیتے تو فرماتے:

لا اله الا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجحدم منك الجحدم

باب (۲۴) اس دعا کا ذکر جسے آدمی نماز کے آخر میں (سلام کے بعد) پڑھتا ہے

۷۴۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس فقیر لوگوں نے آکر کہا: اے اللہ کے رسول! امیر لوگ تو (اپنے) مالوں (کی خیرات) کی وجہ سے اعلیٰ درجات اور قائم و دائم نعمتوں کے مستحق بن گئے۔ جس طرح ہم نمازیں پڑھتے ہیں وہ (بھی) پڑھتے ہیں۔ جس طرح ہم روزیں رکھتے ہیں وہ (بھی) رکھتے ہیں (مگر) ان کے پاس وافر مال ہے جس سے وہ حج و عمرے کرتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں اور صدقے دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتا دوں؟ اگر تم اس پر عمل کرو تو سابقین کے درجوں کو پہنچ جاؤ اور تمہارے بعد کوئی بھی تمہارے مقام کو نہ پہنچ سکے۔ اور تم اپنے زمانے کے ہر شخص سے بہتر ہو جاؤ سوائے اس کے جو تمہارے جیسا عمل کرے۔ ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) تینتیس (۳۳) دفعہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر کہو۔

(۷۰) اسے مسلم، کتاب المساجد، باب صفۃ الخلو فی الصلوۃ ح ۵۸۰ نے حماد بن سلمہ کی سند سے بیان کیا ہے۔

(۷۱) اسے مسلم، کتاب المساجد، باب التخلیل من الصلوۃ عند فراغھا و کیفیت ح ۵۸۲ نے عبد اللہ بن جعفر بن عبد الرحمن بن المسور بن مخرمہ الزہری سے روایت کیا ہے۔

(۷۲) اسے مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ و بیان صفۃ ح ۵۹۲ وغیرہ نے عاصم الاھول (وغیرہ) سے بیان کیا ہے۔

(۷۳) اسے مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ ح ۵۹۳ نے ابوکریب (وغیرہ) سے اور بخاری (۸۴۴) نے منصور کی سند سے بیان کیا ہے۔

(راوی نے) کہا ہمارے درمیان اختلاف ہو گیا تو بعض نے کہا کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ تینتیس (۳۳) تینتیس (۳۳) دفعہ کہیں گے اور اللہ اکبر چونتیس دفعہ کہیں گے۔

(ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے) کہا: میں آپ کے پاس گیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر، ہر ایک کو تینتیس (۳۳) تینتیس (۳۳) دفعہ کہو

۷۵۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ بی) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) تینتیس (۳۳) دفعہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر کہے۔ اور (آخر میں) لا الہ

الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ المملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدير کہہ کر سو کا عدد پورا کر دے

تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اگر یہ (گناہ) سمندر کی جھاگ کی طرح (بہت زیادہ) ہوں۔

باب (۲۵) اس کا ذکر کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت کیا کہنا چاہئے

۷۶۔ ابواسید الساعدی یا ابوجمید (الساعدی رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے

کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو سلام کہے اور اللہم افتح لی ابواب رحمتک پڑھے۔

اور جب نکلے تو کہے ”اللہم انی اُستلک من فضلک“

باب (۲۶) نماز میں دو سجدوں کے درمیان، نمازی جو پڑھتا ہے اس کا ذکر

۷۷۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ دو سجدوں کے درمیان (یہ الفاظ) فرماتے تھے:

اللہم اغفر لی وارحمنی واجبرنی وعافنی واهدنی وارزقنی

(۷۴) اسے بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلوۃ ح ۸۳۳ و مسلم، کتاب المساجد، باب استحب الذکر بعد الصلوۃ ح ۵۹۵ نے

معتمر بن سلیمان انہی سے بیان کیا ہے۔

(۷۵) صحیح ہے۔

اسے ابوداؤد (۲۳۷/۲) وابن حبان (الاحسان ۲۰۱۰) نے بھی بن صالح سے بیان کیا ہے۔ دوسرے راویوں نے اسے امام مالک سے موقوفاً

روایت کیا ہے دیکھئے السنن الکبریٰ للنسائی (۹۹۷۰) وعلیوم واللیلۃ ح ۱۳۲) وغیرہ، لیکن صحیح مسلم (۵۹۷) میں اس کا ایک شاہد بھی ہے۔

والحمد للہ

(۷۶) اسے مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب ما یقول اذا دخل المسجد ح ۱۳ نے بشر بن الفضل سے بیان کیا ہے۔

(۷۷) حسن ہے۔

اسے ابوداؤد، ح ۸۵۰ وترمذی (۲۸۳) وغیرہ نے زید بن الحباب سے بیان کیا ہے اور حاکم (۲۶۲/۱، ۲۷۱) وڈھبی نے صحیح قرار دیا ہے، امام

ترمذی اسے ”غریب“ کہتے ہیں۔ اس کی سند حبیب بن ابی ثابت کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن صحیح مسلم (۲۶۹۷) میں اس ایک

معنوی شاہد ہے جس کی وجہ سے یہ روایت حسن ہے۔ دو سجدوں کے درمیان ”رب اغفر لی رب اغفر لی“ والی دعا صحیح ثابت ہے دیکھئے

النجی للنسائی (۱۱۳۶، ۱۰۷۰) و مسند الطیالسی (۴۱۶)

۷۸۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ میں (ایک رات) اپنی خالہ میمونہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں (گھر میں) سویا۔ پس نبی ﷺ اپنی نیند سے، گھبرائے ہوئے اُٹھے پھر آپ نے مسواک کی۔ (راوی نے) حدیث بیان کی اور اس میں کہا: اور جب آپ نے دو سجدوں سے سر اٹھایا یا سجدوں کے درمیان، تو یہ (دعا) پڑھی: رب اغفر لی وارحمنی واجبرنی وارفعنی وارزقنی واهدنی، پھر آپ نے سجدہ کیا

۷۹۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ہاں (میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں) سویا۔ آپ نے صبح کی دو رکعتیں پڑھیں اور نماز کے لئے یہ فرماتے ہوئے تشریف لے گئے۔

”اللهم اجعل فی قلبی نوراً..... اللهم واعظم لی نوراً“

پھر بلال (رضی اللہ عنہ) نے اقامت کہی تو آپ نے نماز پڑھائی۔

باب (۲۸) نمازی نماز میں فارغ ہونے کے بعد کوئی دعا پڑھے

۸۰۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ فرماتے سنا،

”اللهم أسئلك رحمة من عندك.... سبحان ذي الجلال والاکرام“

باب (۲۸) (تشہد میں) دعا کی کیفیت

۸۱۔ عبد اللہ بن الزبیر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ: جب رسول اللہ ﷺ نماز میں دعا (یعنی تشہد) کے لئے بیٹھتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کرتے۔ اور اٹکٹھے کو دائیں انگلی پر رکھتے۔ اور بائیں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھتے اور بائیں ہتھیلی سے بائیں ران کو پکڑ لیتے۔

(۷۸) حسن ہے۔ دیکھئے سابق حدیث: ۷۷

(۷۹) اسے مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرين، باب الدعاء فی الصلوٰۃ الیل و قیامہ ح ۶۳/ ۱۹۱ نے حسین بن عبد الرحمن سے بیان کیا ہے۔ بخاری (۶۳۱۶) و مسلم کے ہاں اس کی بہت سی سندیں ہیں۔

(۸۰) ضعیف ہے۔

اسے ترمذی، کتاب الدعوات، باب منہ: ۳۰ ح ۳۱۹ نے محمد بن عمران کی سند سے روایت کر کے ”غریب“ کہا ہے محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے (فیض الباری ۳/ ۱۶۸) البحر وجین لابن حبان (۲۳۱، ۲۳۰/۱) میں اس کا ایک مردود متابع اور الاسماء والصفات للبیہقی (ص ۲۰۴) و فی نسخۃ آخری ص ۱۶۰ میں مردود شاہد ہے۔

(۸۱) اسے مسلم، کتاب المساجد، باب صفۃ الجلو س فی الصلوٰۃ ح ۵۷۹ نے ابو خالد الاحمر سے روایت کیا ہے۔



### باب (۲۹) قرآنی سجدوں میں آدمی کیا پڑھے؟

۸۲۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنے سجدے میں (درج ذیل) دعاء پڑھی:

سجد وجہی للذی خلقه وشق سمعه وبصره بحوله وقدرته

۸۳۔ عائشہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رات (کی نماز) میں قرآن (کی تلاوت) کے سجدوں میں (یہ) دعاء پڑھتے تھے:

سجد وجہی للذی خلقه وشق سمعه وبصره

۸۴۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کے پاس آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے ایسا (منظر) دیکھا ہے جیسا کہ سونے والا نیند میں دیکھتا ہے۔ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔ میں نے سجدے والی آیت پڑھ کر سجدہ کیا تو میرے ساتھ درخت نے بھی سجدہ کیا۔ میں نے اسے سجدے میں یہ دعا پڑھتے سنا:

اللهم اكسب لي بها عندك أجراً واجعلها لي عندك ذخراً وضع عني بها وزراً واقبلها كما قبلت من عبدك داود

ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے دیکھا، نبی ﷺ کھڑے ہو گئے آپ نے سجدے والی آیت پڑھ کر سجدہ کیا۔ اور آپ سجدے میں یہی دعا پڑھ رہے تھے جسے اس آدمی نے بیان کیا تھا۔

(۸۲) ضعیف ہے۔

اسے ترمذی، کتاب الجمعة، باب ماجاء مايقول في سجود القرآن ح ۵۸۰ و نسائی (۱۱۳۰) نے عبد الوہاب الثقفی سے بیان کیا ہے اور ترمذی، حاکم (۲۲۰/۱) و ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے ابو داؤد کی روایت (۱۲۱۴) کی وجہ سے سند معلول یعنی ضعیف ہے۔ لیکن اس کی اصل، مطلق سجود کے ساتھ صحیح مسلم (۷۷۱) میں موجود ہے۔

(۸۳) ضعیف ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۸۲

(۸۴) حسن ہے۔

اسے ترمذی، کتاب الجمعة، باب ماجاء مايقول في سجود القرآن ح ۵۷۹ و ۵۸۰، ابن ماجہ (۱۰۵۳) وغیرہ نے محمد بن یزید سے روایت کیا ہے، ترمذی نے اسے غریب کہا اور ابن خزیمہ (۲۸۲/۱، ۲۸۳) حاکم (۲۲۰، ۲۱۹/۱) و ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ راجح یہی ہے کہ یہ سند حسن ہے۔

☆☆☆

باب (۳۰) اس دلیل کا تذکرہ کہ نبی ﷺ پر تشہد میں درود فرض و لازمی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اس وقت تک نماز قبول نہیں کرتا جب تک وہ اللہ کے نبی ﷺ پر درود نہ پڑھ لے  
۸۵۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ: اللہ تعالیٰ وضوء اور مجھ پر درود کے بغیر (والی) کوئی نماز قبول نہیں کرتا۔  
۸۶۔ علی (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ:  
اس وقت تک دعا آسمان پر جانے سے رکی رہتی ہے جب تک محمد ﷺ پر درود نہ پڑھ لیا جائے۔

### آخر الجزء والحمد لله

(۸۵) اس کی سند موضوع ہے۔ عمرو بن شمر کا ذکر گزر چکا ہے ۱۶۶ھ سے دارقطنی (۳۵۵/۱) نے عمرو بن شمر سے بیان کیا ہے۔  
(۸۶) اس کی سند ضعیف ہے۔  
اسے اشجری نے کتاب الامالی (۲۲۲/۱) میں عبید اللہ بن محمد بن عائشہ سے بیان کیا۔ اسماعیل الجلی اور عبد الکریم الخزاز دونوں ضعیف ہیں دیکھئے  
لسان المیزان (۶۳/۴، ۴۷/۱) وغیرہ  
شیخ عبد العزیز بن محمد اسد خان حفظہ اللہ نے اس کی شواہد ذکر کر کے حسن قرار دیا ہے۔



حافظ زبیر علی زئی

## توضیح الاحکام

سوال و جواب

سوال: ایک ہی چیز کی نقد اور ادھار علیحدہ علیحدہ قیمتیں متعین کی جاسکتی ہیں۔ (محمد صدیق تلیاں، سمندر کھڑے ایبٹ آباد)  
جواب: راقم الحروف کے نزدیک نقد اور ادھار میں فرق کرنا سود اور ناجائز ہے، دیکھئے شہادت جولائی ۲۰۰۳ء و شہادت ج ۶ شمارہ ۵ ص ۳۰ مئی ۱۹۹۹ء

بعض علماء اسے جائز سمجھتے ہیں جبکہ صحیح یہی ہے کہ یہ بیع ناجائز و سود ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”أخبرنا أبو عبد الله الحافظ وأبو سعيد بن أبي عمرو قال ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا  
ابراهيم بن منقذ حدثني ادريس بن يحيى عبد الله بن عياش قال حدثني يزيد بن أبي حبيب عن  
أبي مرزوق التميمي عن فضالة بن عبيد صاحب النبي ﷺ انه قال: كل قرض جر منفعة فهو ربا  
من وجوه الرباء موقوف“ (۳۵۰/۵)

”ہر قرض جو نفع کھینچے وہ سود کی وجہ میں سے ایک وجہ (قسم) ہے۔ یہ روایت موقوف ہے“

اس روایت کی سند صحیح ہے دیکھئے بلوغ المرام تحقیق ج ۲ ص ۷۲ ب و اخطا من ضعف۔

سوال: سودی معاملات کنندگان سے تعلقات، لین دین اور دعوت و قبول دعوت از روئے شریعت کیسے ہیں؟

جواب: سودی معاملات کرنے والا فاسق و فاجر ہے۔ اگر کوئی دنیوی نفع ہو تو ایسے شخص سے تعلقات، لین دین اور قبول دعوت میں اجتناب کیا جاسکتا ہے اور اگر کوئی دینی نفع ہو تو تعلقات، لین دین کیے جاسکتے ہیں اور دعوت بھی قبول کی جاسکتی ہے۔

دعوت قبول کرنے کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی دعوت قبول فرمائی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ سودی لین دین یہودیوں کا وطیرہ ہے۔ یہودیوں کا حلال کھانا ہمارے لیے بنص قرآنی حلال ہے۔ نیز دیکھئے مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۵۱ ۱۳۶۸ قول الحسن البصری، باب طعام الامراء و اكل الرباء۔ وغیرہ۔  
تاہم اگر خاص: کھانے کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ یہ خالصتہً سودی مال سے پکا ہوا یا خریدا ہوا ہے تو یہ کھانا نہیں کھانا چاہئے۔

سوال: انعقاد نکاح کے اختتام پر ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز اس موقع پر مسنون دعا کون سی ہے؟

جواب: انعقاد نکاح کے اختتام پر مروجہ دعا کی کوئی دلیل مجھے معلوم نہیں ہے۔ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے

جب نکاح کیا تو معلوم ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
”بارك الله لك۔۔ الخ“ صحیح البخاری کتاب النکاح، باب کیف یدعی للمتزوج، ح ۵۱۵۵ واللفظ لہ، صحیح مسلم  
کتاب النکاح، باب الصداق ح ۹۷/۱۲۷ اور قیم دار السلام ۳۳۹۰  
اسی مفہوم کی اور دعائیں بھی ہیں مثلاً:

”بارك الله لك وبارك عليك وجمع بينكما في خير“  
(ابوداؤد، کتاب النکاح، باب ما ینقل للمتزوج ح ۲۱۳۰ واللفظ لہ، الترمذی ح ۱۰۹۱ و قال: حدیث حسن صحیح، وابن ماجہ ح  
۱۹۰۵ صحیح ابن حبان والحاکم ووافقه الذہبی)

سوال: کیا شلوار (چادر وغیرہ) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟  
جواب: وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ اس کی تو مجھے دلیل معلوم نہیں، لیکن میری تحقیق میں وہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے جس میں  
آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو (دوبارہ) وضو کرنے کا حکم دیا جس کا ازار ٹخنوں کے نیچے لٹکا ہوا تھا۔ دیکھئے سنن  
ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ، باب الاسبال فی الصلوٰۃ ح ۶۳۸ (وغیرہ)  
اس روایت کا ایک راوی ابو جعفر المودن ہے، جسے بعض محدثین مجہول یعنی مجہول الحال قرار دیتے ہیں جبکہ درج ذیل  
محدثین نے اسے ثقہ، صحیح الحدیث یا حسن الحدیث قرار دیا ہے۔

۱۔ ابن حبان، انظر موارد النظم: ۲۴۰۶۔

ب۔ الترمذی: حسن لہ، ۳۴۳۸۔

ج۔ النووی، صحیح لہ فی ریاض الصالحین

د۔ ابن حجر قواہ فی تخریج الاذکار

ہ۔ روی عنہ یحییٰ بن ابی کثیر وھو لا یحدث الا عن ثقہ عند ابی حاتم الرازی۔

اتنی توثیق کے بعد بھی اس راوی کو مجہول کہنا غلط ہے۔ لہذا یہ روایت حسن ہے۔

سوال: قرأت سے قبل (نماز میں یا غیر نماز میں) مسنون تعوذ کے الفاظ کون سے ہیں؟ کیا صرف ”اعوذ باللہ من  
الشیطان الرجیم“ اس موقع پر کافی و مسنون ہے؟  
جواب: قرأت سے قبل ایک مسنون تعوذ درج ذیل ہے:

”اعوذ باللہ السميع العليم من الشيطان الرجيم من همزه ونفخه ونفثه“ (ابوداؤد ح ۷۷۵ و نماز نبوی  
ص ۱۴۷)

درج ذیل تعوذ بھی ثابت اور مسنون ہے:

”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۶ ح ۲۵۸۹ وفی نسخہ آخری ح ۲۵۹۱ و تسهیل الوصول الی تخریج صلوٰۃ الرسول ص ۲۰۶ حاشیہ نمبر ۲۹۹ و سندہ حسن لذاتہ)

دونوں طریقوں میں سے جس طرح بھی پڑھ لیں جائز ہے۔

سوال: باجماعت نماز میں بعد از تکبیر تحریمہ تا قبل از سلام شامل ہونے والا مقتدی کس کیفیت سے شامل جماعت ہوگا؟  
تکبیر کہہ کر رفع الیدین کر کے، ہاتھ باندھ کر، قیام کی سی صورت اختیار کرتے ہوئے امام کی پیروی کرے گا مثلاً اس وقت امام:

(۱) بہ حالت قیام ہو

(ب) بہ حالت غیر قیام (رکوع یا سجدہ یا تشهد میں) ہو۔ یا پھر دائر یکٹ طریقہ سے امام کی حالت کی پیروی کرے گا؟  
جواب: مسبوق درج ذیل کام کرے گا۔

(۱) تکبیر تحریمہ کہے گا۔

(ب) اگر حالت قیام قبل از رکوع ہو تو سینے پر ہاتھ باندھ کر سورہ فاتحہ سر یعنی خفیہ آواز سے دل میں پڑھے گا۔

(ج) اگر امام رکوع یا سجدہ وغیرہ میں ہے تو اسی حالت میں شامل ہو جانا چاہئے ہاتھ باندھ کر قیام کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ”الامام ضامن فما صنع فاصنعوا“

امام ضامن ہے جیسے وہ کرے اسی طرح کرو۔ (سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۳۲۲ ح ۱۲۱۳)

اس کے راوی محمد بن کلیب بن جابر کے بارے میں ابوزرعہ الرازی نے کہا: ثقہ (البحر ج ۱ ص ۶۸/۸) حافظ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا (ج ۵ ص ۶۲۳)

دوسرا راوی موسیٰ بن شیبہ بن عمرو بن عبد اللہ ہے جس کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ نے کہا:

”احادیثہ مناکیر“ ابو حاتم الرازی نے کہا: صالح الحدیث (البحر ج ۱ ص ۶۸/۸)

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا (۱۵۸/۹)

معلوم ہوا کہ راوی حسن الحدیث ہے اسے لین الحدیث کہنا صحیح نہیں ہے۔ باقی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں لہذا یہ سند حسن ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایات اس کی موید ہیں۔

فائدہ ۱: ابو حاتم الرازی نے یہ حدیث بیان کر کے فرمایا:

”هذا تصحيح لمن قال بالقراءة خلف الامام“ (الدارقطني حوالہ مذکور)

”جو شخص قرأت خلف الامام کا قائل ہے یہ حدیث اسے صحیح قرار دیتی ہے۔“

معلوم ہوا کہ ابو حاتم الرازی اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں اس لیے اس سے ”صحیح“ والا استدلال کر رہے ہیں۔

فائدہ نمبر ۲: اگر امام کتاب وسنت کے خلاف کوئی کام کرے مثلاً ترک رفع یدین، وارسال الیدین قبل الركوع وغیرہ تو اس کی اس میں پیروی قطعاً نہیں کرنی چاہئے جیسا کہ لا طاعة لمخلوق فی معصیة اللہ وغیرہ دلائل سے ثابت ہے۔  
سوال: وضو کے بعد یہ دعا پڑھی جاتی ہے ”اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطهرین“ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے مضطرب فرمایا ہے لیکن بعض علماء کے بقول یہ روایت اپنے متابعات (یا شاہد) کی بنا پر مقبول ہے۔ اس پر کچھ روشنی ڈالیں۔ (ابو حمید الساعدی الرفیقی۔ لاہور)

جواب: دعاء الوضوء کے مذکورہ بالا الفاظ سنن ترمذی (حدیث ۵۵) میں ہیں۔ یہ روایت انقطاع وغیرہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ المعجم الاوسط للطبرانی اور المعجم الکبیر میں اس کا ایک ضعیف شاہد بھی ہے۔ دیکھئے مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۳۹ اس روایت پر تفصیلی تحقیق کے لئے دیکھئے سنن ترمذی ج ۹ ص ۸۳ تا ۸۴ تحقیق الاستاد احمد شاہ رحمۃ اللہ۔  
سوال: کیا کوئی ایسی حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہو: اللہ تعالیٰ کسی چیز میں نہیں سما سکتا سوائے مومن کے دل کے؟  
(ابو حمید الساعدی۔ لاہور)

جواب: تلاش بسیار کے باوجود مجھے یہ روایت، حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملی۔ اسماعیل بن محمد العاجلونی الجرجانی (متوفی ۱۱۶۲ھ) کی کتاب ”كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث على السنة الناس“ (ج ۲ ص ۱۹۵ ج ۲ ص ۲۲۰) پر اس مفہوم کی بعض روایات کا تذکرہ موجود ہے۔ صاحب کتاب نے امام عراقی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ یہ روایت بے اصل ہے۔ نیز دیکھئے ”ضعیف اور موضوع روایات“ ج ۱ ص ۷۷ مصنف: مولانا محمد تبحری گوندلوی حفظہ اللہ۔

سوال: ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ کر جنت میں جانے والی حدیث کی سند درست ہے؟  
جواب: امام نسائی کی السنن الکبریٰ (ج ۹ ص ۹۹۲۸) اور عمل الیوم واللیلۃ (۱۰۰) میں حدیث ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من قرأ آية الكرسي في دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا ان يموت۔  
جو شخص ہر فرض نماز کے آخر میں (یعنی بعد میں) آیت الکرسی پڑھتا ہے تو اسے جنت میں داخلہ سے موت کے سوا کوئی چیز نہیں روکتی (ص ۱۸۳)

اس کی سند حسن ہے اسے ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ (الترغیب والترہیب للزمزری ج ۲ ص ۴۵۳)  
سوال: امام مہدی کب آئیں گے اور ان کے اوصاف کیا ہوں گے نیز الحمد للہ کا امام مہدی کے بارے میں کیا مسلک ہے۔ (عطاء اللہ کلوانی تھر پارکر)

جواب: امام مہدی قیامت سے پہلے نزول عیسیٰ سے کچھ پہلے خلیفۃ المسلمین بنیں گے ان کا نام محمد اور والد کا نام عبد اللہ ہوگا فاطمہ بنت محمد ﷺ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ تفصیل کے لیے حافظ ابن کثیر کی کتاب النہای فی الفتن والملاحم کا مطالعہ کریں۔



حافظ زبیر علی زئی

دین میں تقلید کا مسئلہ

قسط دوم:

تقلید کی دو قسمیں مشہور ہیں:

۱: تقلید غیر شخصی (تقلید مطلق)

اس میں تقلید کرنے والا (مقلد) بغیر کسی تعین و تخصیص کے غیر نبی کی بے دلیل بات کو آنکھیں بند کرنے، بے سوچے سمجھے مانتا ہے۔

تنبیہ: جاہل کا عالم سے مسئلہ پوچھنا بالکل حق اور صحیح ہے، یہ تقلید نہیں کہلاتا جیسا کہ گزشتہ صفحات پر باحوالہ گزر چکا ہے۔ بعض لوگ غلطی اور غلط فہمی کی وجہ سے اسے تقلید کہتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ ایک جاہل جب قاری چن محمد یو بندی صاحب یا اظہر محمود اظہری بریلوی صاحب سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرتا ہے تو کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ یہ شخص قاری چن محمد کا مقلد (چن محمدی) یا اظہر محمود صاحب کا مقلد (اظہر محمودی) ہے۔

۲: تقلید شخصی:

اس میں تقلید کرنے والا (مقلد) تعین و تخصیص کے ساتھ، نبی ﷺ کے علاوہ، کسی ایک شخص کی ہر بات (قول و فعل) کو آنکھیں بند کر کے، بے سوچے سمجھے، اندھا دھند مانتا ہے۔

تقلید شخصی کی دو قسمیں ہیں:

اول: ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی زندہ یا مردہ خاص شخص کی تقلید شخصی کرنا۔

دوم: ائمہ اربعہ (ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد) میں سے صرف ایک امام کی تقلید شخصی، یعنی بے سوچے سمجھے، اندھا دھند، آنکھیں بند کر کے ہر بات (قول و فعل) کی تقلید کرنا۔

اس دوسری قسم کی آگے دو قسمیں ہیں:

(۱) یہ دعویٰ کرنا کہ ہم قرآن و حدیث و اجماع و اجتہاد مانتے ہیں، مسائل منصوصہ میں تقلید نہیں کرتے، ہم صرف مسائل اجتہادیہ میں امام ابو حنیفہ اور حنفی مفتی بھما مسائل کی تقلید کرتے ہیں۔ اگر قرآن و حدیث کے خلاف امام کی بات ہو تو ہم چھوڑ دیتے ہیں۔ الخ

یہ دعویٰ جدید یو بندی و بریلوی مناظرین مثلاً یونس نعمانی وغیرہ کا ہے۔

(۲) تمام مسائل میں امام ابوحنیفہ اور حنفی مفتی بھ مسائل کی تقلید کرنا، چاہئے یہ مسائل قرآن و حدیث کے خلاف اور غیر ثابت بھی ہوں۔ مفتی بقول کے مقابلے میں کتاب و سنت و اجماع کو رد کر دینا۔  
یہی وہ تقلید ہے جو موجودہ دیوبندی و بریلوی عوام و علماء کی اکثریت کر رہی ہے جیسا کہ آگے باحوالہ آ رہا ہے۔  
تقلید بلا دلیل کی تمام قسمیں غلط و باطل ہیں لیکن تقلید کی یہ قسم انتہائی خطرناک اور گمراہی ہے۔ یہی وہ قسم ہے جس کی اہل حدیث و سلفی علماء و عوام سختی سے مخالفت کرتے ہیں۔  
ہمارے استاد حافظ عبدالمنان نور پوری، اس تقلید کی تشریح درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:  
”تقلید یعنی کتاب و سنت کے منافی کسی قول و فعل کو قبول کرنا یا اس پر عمل پیرا ہونا“  
(احکام و مسائل ص ۵۸۱)

أصول فقہ کے ماہر حافظ ثناء اللہ الزہدی صاحب لکھتے ہیں:  
”الالتزام بفقہ معین من الفقہاء و الجمود علیہ بكل شدۃ و عصبیۃ ، و الاحتیال بتصحیح أخطاء  
إن أمکن و إلا فالإصرار علیہا ، مع التکلف بتضعیف ما صح من حیث الأدلۃ من رأی غیرہ من  
الفقہاء“  
یعنی فقہاء میں سے ایک متعین (خاص) فقیہ کی فقہ کا، ہر شدت و تعصب پر جمود کے ساتھ التزام کرنا، اور جتنا ممکن ہو،  
اس کی غلطیوں کی تصحیح کے لئے حیلے (اور چالیں) کرنا، اور اگر ممکن نہ ہو تو اسی پر اصرار کرنا، دوسرے فقہاء کی جو دلیلیں صحیح  
ثابت ہیں ان کی تضعیف کے لئے پورے تکلف کے ساتھ کوشاں رہنا۔  
(تیسرے اصول ص ۳۲۸، عربی عبارت کا مفہوم رقم الحروف کا ہے)  
عین ممکن ہے کہ بعض دیوبندی و بریلوی حضرات اس ”تقلید شخصی“ کا انکار کر دیں لہذا آپ کی خدمت میں چند حوالے  
پیش کئے جاتے ہیں۔

۱: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:  
”إن المتبايعين بالخيار في بيعهما مالم يتفرقا أو يكون البيع خياراً“  
دکاندار اور گاہک کو اپنے سودے میں (واپسی کا) اختیار ہوتا ہے جب تک دونوں (بلحاظ جسم) جدا نہ ہو جائیں یا (ایک  
دوسرے کو) اختیار (دینے) والا سودا ہو۔ (نافع کہتے ہیں کہ): ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی پسندیدہ چیز خریدنا چاہتے تو  
اپنے (بیچنے والے) ساتھی سے (بلحاظ جسم) جدا ہو جاتے تھے۔  
(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کم یجوز الخیار ص ۲۱۰ صحیح مسلم: ۱۵۳۱)  
حنفی حضرات یہ مسئلہ نہیں مانتے جبکہ امام شافعی و محدثین کرام ان صحیح احادیث کی وجہ سے اسی مسئلے کے قائل و فاعل ہیں۔

محمود الحسن دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

”یترجح مذهبه وقال: الحق والإنصاف ان الترجيح للشافعی فی هذه المسئلة ونحن مقلدون يجب علينا تقليد إمامنا أبي حنيفة والله أعلم“  
یعنی: اس (امام شافعی) کا مذہب رائج ہے۔ اور (محمود الحسن نے) کہا: حق و انصاف یہ ہے کہ اس مسئلے میں (امام) شافعی کو ترجیح حاصل ہے اور ہم مقلد ہیں ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے، واللہ اعلم (الترغیر للترمذی ص ۳۶)  
غور کریں کس طرح حق و انصاف کر چھوڑ کر اپنے مزعوم امام کی تقلید کو سینے سے لگا لیا گیا ہے۔ یہی محمود الحسن صاحب صاف صاف اعلان کرتے ہیں کہ:

”لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے“

(ایضاح اللادلہ ص ۲۷۶ سطر: ۱۹ مطبوعہ: مطبع قاسمی مدرسہ اسلامیہ دیوبند ۱۳۳۳ھ)

محمود الحسن دیوبندی صاحب مزید فرماتے ہیں:

”کیونکہ قول مجتہد بھی قول رسول اللہ ﷺ ہی شمار ہوتا ہے“

(تقاریر حضرت شیخ الحدید ص ۲۴، الورڈ الشذی ص ۲)

جناب محمد حسین بٹالوی صاحب نے دیوبندیوں و بریلویوں سے تقلید شخصی کے وجوب کی دلیل مانگی تھی، اس کا جواب دیتے ہوئے محمود الحسن صاحب مطالبہ کرتے ہیں کہ:

”آپ ہم سے وجوب تقلید کی دلیل کے طالب ہیں۔ ہم آپ سے وجوب اتباع محمدی ﷺ و وجوب اتباع قرآنی کی سند کے طالب ہیں۔۔“ (ادلہ کاملہ ص ۷۸)

۲: نبی ﷺ کے دور میں ایک عورت آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی تو اس کے خاوند نے اس عورت کو قتل کر دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

”ألا أشهدوا أن دمه هدر“ سن لو، گواہ رہو کہ اس عورت کا خون رائیگاں ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فین سب رسول اللہ ﷺ ص ۳۳۶)

اس حدیث اور دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے۔ یہی مسلک امام شافعی اور محدثین کرام کا ہے، جبکہ خفیوں کے نزدیک شاتم الرسول کا ذمہ باقی رہتا ہے، دیکھئے الھدایہ (ج ۱ ص ۵۹۸)  
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”وأما أبو حنيفة وأصحابه فقالوا: لا ينقض العهد بالسب ولا يقتل الذمي بذلك لكن

يعزر على اظهار ذلك -- الخ“

ابوحنیفہ اور اس کے اصحاب (شاگردوں و تبعین) نے کہا: (آپ ﷺ کو) گالی دینے سے معاہدہ (ذمہ) نہیں ٹوٹتا اور ذمی کو اس وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ یہ حرکت اعلانیہ کرے تو اسے تعزیر لگے گی۔ الخ  
(الصارم المسلول بحوالہ رد المحتار علی الدر المختار ج ۳ ص ۳۰۵)

اس نازک مسئلے پر ابن نجیم حنفی نے لکھا ہے کہ:

”نعم نفس المؤمن تميل إلى قول المخالف في مسألة السب لكن اتباعنا للمذهب واجب“  
جی ہاں، گالی کے مسئلہ میں مؤمن کا دل (ہمارے) مخالف کے قول کی طرف مائل ہے لیکن ہمارے لئے ہمارے مذہب کی اتباع (تقلید) واجب ہے۔ (البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج ۵ ص ۱۱۵)  
۳: حسین احمد دینی ٹانڈوی لکھتے ہیں کہ:

”ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ تین عالم (حنفی، شافعی اور حنبلی) مل کر ایک مالکی کے پاس گئے اور پوچھا کہ: تم ارسال کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ: میں امام مالک کا مقلد ہوں دلیل ان سے جا کر پوچھو اگر مجھے دلائل معلوم ہوتے تو تقلید کیوں کرتا؟ تو وہ لوگ ساکت ہو گئے؟“

(تقریر ترمذی اردو ص ۳۹۹ مطبوعہ: کتب خانہ مجید یہ ملتان)

ساکت: خاموش

ارسال: ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا

۴: ایک روایت میں آیا ہے کہ:

نبی ﷺ ایک وتر پڑھتے تھے اور آپ (وتر کی) دو رکعتوں اور ایک رکعت کے درمیان باتیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۱ ح ۶۸۰۳)

ایسی ایک روایت المستدرک للحاکم سے نقل کر کے انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

”ولقد تفكرت فيه قريبا من أربعة عشر سنة ثم استخرجت جوابه شافيا و ذلك الحديث قوى السند۔“

اور میں نے اس حدیث (کے جواب) کے بارے میں تقریباً چودہ سال تفکر کیا ہے۔ پھر میں نے اس کا شافی (شفادینے والا اور کافی) جواب نکال لیا۔ اور یہ حدیث سند کے لحاظ سے قوی ہے الخ (العرف الشذی ج ۱ ص ۱۰۷ واللفظ لہ، فیض الباری ج ۲ ص ۵۳۷ ومعارف السنن للبیہقی ج ۴ ص ۲۶۴ ودرس ترمذی ج ۲ ص ۲۲۴)

تفکر: سوچ بچار

۵: احمد یار خان نعیمی بریلوی لکھتے ہیں کہ:

”اب ایک فیصلہ کن جواب عرض کرتے ہیں وہ یہ کہ ہمارے دلائل یہ روایات نہیں۔ ہماری اصل دلیل تو امام اعظم ابوحنیفہ

رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ ہم یہ آیت و احادیث مسائل کی تائید کے لئے پیش کرتے ہیں، احادیث یا آیات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیلیں ہیں۔“ (جاء الحق ج ۲ ص ۹۱ طبع قدیم)

نعیمی مذکور صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

”کیونکہ حنفیوں کے دلائل یہ روایتیں نہیں ان کی دلیل صرف قول امام ہے، الخ (جاء الحق ج ۲ ص ۹)

۶: ایک آدمی نے مفتی محمد (دیوبندی) صاحب دارالافتاء والا رشاد، ناظم آباد کراچی کو خط لکھا کہ:

”ایک شخص تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا، امام اگر سجدہ سہو کے لئے سلام پھیرے تو تیسری رکعت میں شریک ہونے والا مسبوق بھی سلام پھیرے یا نہیں؟ یہاں ایک صاحب بحث کر رہے ہیں کہ اگر سلام نہیں پھیرے گا تو امام کی اقتداء نہیں رہے گی۔ آپ دلیل سے مطمئن کریں (مجاہد علی خان۔ کراچی)

دیوبندی صاحب نے اس سوال کا درج ذیل جواب دیا:

”جواب: مسبوق یعنی جو پہلی رکعت کے بعد امام کے ساتھ شریک ہوا وہ سجدہ سہو میں امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے، اگر عمد اسلام پھیر دیا تو نماز جاتی رہی، سہو پھیرا تو سجدہ سہو لازم ہے، مسئلہ سے جہالت کی بناء پر پھیرا تو بھی نماز فاسد ہوگئی، عوام کے لئے دلائل طلب کرنا جائز نہیں، نہ آپس میں مسائل شرعیہ پر بحث کرنا جائز ہے، بلکہ کسی مستند مفتی سے مسئلہ معلوم کر کے اس پر عمل کرنا ضروری ہے“

(ہفت روزہ ضرب مؤمن کراچی، جلد: ۳ شمارہ: ۱۵، ۲۱ تا ۲۷ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ تا ۱۵، ۱۵ تا ۱۹ اپریل ۱۹۹۹ء ص ۶ کالم: آپ کے مسائل کا حل)

۷: صحیح حدیث میں آیا ہے کہ:

”من أدرك من الصبح ركعة قبل أن تطلع الشمس فقد أدرك الصبح“

جس نے صبح کی ایک رکعت، سورج کے طلوع ہونے سے پہلے، پالی تو اس نے یقیناً صبح (کی نماز) پالی۔

(البخاری: ۵۷۹۰ و مسلم: ۶۰۸)

فقہ حنفی اس صحیح حدیث کا مخالف ہے۔ مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی اس مسئلہ پر کچھ بحث کر کے لکھتے ہیں:

”غرضیکہ یہ مسئلہ اب تک تحقیق ہے۔ معہذا ہمارا فتویٰ اور عمل قول امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ہی رہے گا اس لئے کہ ہم امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلہ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفہ مجتہد ہے۔“ (ارشاد القاری الی صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۱۲)

لدھیانوی صاحب ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

”توسیع مجال کی خاطر اہل بدعت فقہ حنفی کو چھوڑ کر قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اراء عنان کے لئے ہم

بھی یہ طرز قبول کر لیتے ہیں ورنہ مقلد کے لئے صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے۔“ (ارشاد القاری ص ۲۸۸)  
مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”یہ بحث تبرعاً لکھ دی ہے ورنہ رجوع الی الحدیث وظیفہ مقلد نہیں“ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۰)

۸: قاضی زاہد الحسنی دیوبندی لکھتے ہیں: ”حالاں کہ ہر مقلد کے لئے آخری دلیل مجتہد کا قول ہے۔ جیسا کہ  
مسلم الثبوت میں ہے: اما المقلد فمستندہ قول المجتہد،

اب اگر ایک شخص امام ابوحنیفہ کا مقلد ہونے کا مدعی ہو اور ساتھ ہی وہ امام ابوحنیفہ کے قول کے ساتھ یا علیحدہ قرآن و سنت کا  
بطور دلیل مطالبہ کرتا ہے تو وہ بالفاظ دیگر اپنے امام اور راہ نما کے استدلال پر یقین نہیں رکھتا“

(مقدمہ کتاب: دفاع امام ابوحنیفہ از عبد القیوم حقانی ص ۲۶)

۹: عام عثمانی کو کسی نے خط لکھا کہ: ”حدیث رسولؐ سے جواب دیں“

عام عثمانی صاحب نے اس کا جواب دیا کہ:

”اب چند الفاظ اس فقرے کے بارے میں بھی کہہ دیں جو آپ نے سوال کے اختتام پر سپرد قلم کیا ہے یعنی:

”حدیث رسولؐ سے جواب دیں“

اس نوع کا مطالبہ اکثر سائلین کرتے رہتے ہیں۔ یہ دراصل اس قاعدے سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ مقلدین کے لئے  
حدیث و قرآن کے حوالوں کی ضرورت نہیں بلکہ ائمہ فقہاء کے فیصلوں اور فتوؤں کی ضرورت ہے۔“

(ماہنامہ تجلی دیوبند ج ۱۹ شمارہ: ۱۲، ۱۱ جنوری فروری ۱۹۶۸ء ص ۴۷، اعلیٰ اہلسنت رعبد الغفور اثری ص ۱۱۶)

۱۰: شیخ احمد سرہندی لکھتے ہیں کہ:

”مقلد کو لائق نہیں کہ مجتہد کی رائے کے برخلاف کتاب و سنت سے احکام اخذ کرے اور ان پر عمل کرے“

(مکتوبات امام ربانی، مستند اردو ترجمہ ج ۱ ص ۶۰۱ مکتوب: ۲۸۶)

سرہندی صاحب نے تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کے بارے میں کہا:

”جب روایات معتبرہ میں اشارہ کرنے کی حرمت واقع ہوئی ہو اور اس کی کراہت پر فتویٰ دیا ہو اور اشارہ و عقد سے منع  
کرتے ہوں اور اس کو اصحاب کا ظاہر اصول کہتے ہوں تو پھر ہم مقلدوں کو مناسب نہیں کہ احادیث کے موافق عمل  
کر کے اشارہ کرنے میں جرأت کریں اور اس قدر علمائے مجتہدین کے فتویٰ کے ہوتے امر محرم اور مکروہ اور منہی کے  
مرتکب ہوں“ (مکتوبات ج ۱ ص ۱۸۷ مکتوب: ۳۱۲)

سرہندی مذکور نے خواجہ محمد پارسا کی فضول ستہ سے نقل کیا ہے کہ:

”حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے موافق عمل

کریں گے، (مکتوبات اردو، ج ۱ ص ۵۸۵ مکتوبات: ۲۸۲)  
۱۱: ابوالحسن الکرخی الحنفی نے کہا:

”الاصل ان كل آية تخالف قول أصحابنا فإنها تحمل على لنسخ أو على الترجيح و الأولى أن تحمل على التأويل من جهة التوفيق“

اصل یہ ہے کہ ہر آیت جو ہمارے ساتھیوں (فقہاء) کے خلاف ہے اسے منسوخیت پر محمول یا مرجوح سمجھا جائے گا، بہتر یہ ہے کہ تطبیق کرتے ہوئے اس کی تاویل کر لی جائے۔ (اصول الکرخی: ۲۹، مجموعہ قواعد الفقہ ص ۱۸)  
شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

” (تنبیہ) دودھ چھڑانے کی مدت جو یہاں دو سال بیان ہوئی باعتبار غالب اور اکثری عادت کے ہے۔ امام ابوحنیفہؒ جو اکثر مدت ڈھائی سال بتاتے ہیں ان کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی۔ جمہور کے نزدیک دو ہی سال ہیں واللہ اعلم“  
(تفسیر عثمانی ص ۵۴۸ سورہ لقمان، آیت ۱۴ حاشیہ: ۱۰)  
ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ تقلید کرنے والے حضرات نہ قرآن مانتے ہیں اور نہ حدیث اور نہ اجماع کو اپنے لئے حجت سمجھتے ہیں، ان کی دلیل صرف قولِ امام ہوتا ہے۔  
شاہ ولی اللہ دہلوی الحنفی (!) نے لکھا ہے کہ:

”فإن شئت أن ترى أنموذج اليهود فانظر إلى علماء السوء من الذين يطلبون الدنيا وقد اعتادوا تقليد السلف وأعرضوا عن نصوص الكتاب والسنة و تمسكوا بتعمق عالم و تشدده و استحسانه فاعرضوا كلام الشارع المعصوم و تمسكوا بأحاديث موضوعة و تاويلات فاسدة ، كانت سبب هلاكهم“  
اگر تم یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو (ہمارے زمانے کے) علماء سوء کو دیکھو، جو دنیا کی طلب اور (اپنے) سلف کی تقلید پر جمے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ کتاب و سنت کی نصوص (دلائل) سے منہ پھیرتے اور کسی (اپنے پسندیدہ) عالم کے تعق، تشدد اور استحسان کو مضبوطی سے پکڑے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ، جو معصوم ہیں، کے کلام کو چھوڑ کر موضوع روایات اور فاسد تاویلوں کو گلے سے لگا لیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ ہلاک ہو گئے ہیں۔ (الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص ۱۰، ۱۱)

فخر الدین الرازی لکھتے ہیں کہ:

”ہمارے استاد جو خاتم المتحققین والمجتہدین ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے فقہاء مقلدین کے ایک گروہ کا مشاہدہ کیا ہے کہ میں نے انہیں کتاب اللہ کی بہت سی ایسی آیتیں سنائیں جو ان کے تقلیدی مذہب کے خلاف تھیں تو انہوں نے (نہ) صرف ان کے قبول کرنے سے اعراض کیا بلکہ ان کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی“ (تفسیر کبیر، سورۃ التوبہ آیت ۳۱ ج ۱۶)



ص ۳۷ واصلی اہلسنت ص ۱۳۵، ۱۳۶)

تقلید اور مقلدین کا اصلی چہرہ آپ کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ اب اس تقلید کا رد پیش خدمت ہے۔  
(( تقلید کا رد قرآن مجید سے ))

۱: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ اور جس کا تجھے علم نہ ہو اس کی پیروی نہ کر (سورہ بنی اسرائیل: ۳۶)

اس آیت کریمہ سے درج ذیل علماء نے تقلید کے ابطال (باطل ہونے) پر استدلال کیا ہے۔

(۱) ابو حامد محمد بن محمد الغزالی (المستصفیٰ من علم الاصول ۲/۳۸۹) (۲) السيوطي (الرد على من أخلد إلى الأرض ص ۱۲۵ و ۱۳۰) (۳) ابن القيم (اعلام الموقعين ۲/۱۸۸)

۲: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾

انہوں نے اپنے احبار (مولویوں) اور رهبان (پیروں) کو، اللہ کے سوا رب بنا لیا (سورۃ التوبہ: ۳۱)

اس آیت کریمہ سے درج ذیل علماء نے تقلید کے رد پر استدلال کیا ہے۔

(۱) ابن عبد البر (جامع بيان العلم وفضله ج ۲ ص ۱۰۹) (۲) ابن حزم (الاحکام فی اصول الاحکام ج ۶ ص ۲۸۳)

(۳) ابن القيم (اعلام الموقعين ج ۲ ص ۱۹۰) (۴) السيوطي (بإقراره، الرد على من أخلد إلى الأرض ص ۱۲۰)

(۵) الخطيب البغدادي (الفقيه والمحقق ج ۲ ص ۶۶)

حافظ ابن القيم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وقد احتج العلماء بهذه الآيات في ابطال التقليد ولم يمنعهم كفرنا ولثك من الاحتجاج بها، لأن التشبيه لم يقع من جهة كفر أحدهما وإيمان الآخر، وإنما وقع التشبيه بين المقلدين بغير حجة للمقلد۔۔“

علماء نے ان آیات کے ساتھ، ابطال تقلید پر استدلال کیا ہے۔ انہیں (ان آیات میں مذکورین کے) کفر نے استدلال کرنے سے نہیں روکا، کیونکہ تشبیہ کسی کے کفر یا ایمان کی وجہ سے نہیں ہے، تشبیہ تو مقلدین میں بغیر دلیل کے (اپنے) مقلد (امام، رہنما) کی بات ماننے میں ہے۔۔“ (اعلام الموقعين ج ۲ ص ۱۹۱)

۳: رب العالمین فرماتا ہے:

﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ کہہ دو کہ، اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو (البقرہ: ۱۱۱، النحل: ۶۴)

اس آیت کریمہ سے درج ذیل علماء نے تقلید کے باطل ہونے پر استدلال کیا ہے (۱) ابن حزم (الاحکام ج ۶ ص ۲۷۵)

(۲) الغزالی (المستصفی ۳۸۹/۲) (۳) السيوطی (الرد علی من أخلد إلى الأرض ص ۱۳۰)

دیگر دلائل کے لئے مجملہ کتابوں کا مطالعہ کریں۔

(( تقلید کا رد احادیث سے ))

۱: اس میں کوئی شک نہیں کہ تقلید مذاہب اربعہ بدعت ہے۔ حافظ ابن القیم نے فرمایا:

”وإنما حدثت هذه البدعة في القرن الرابع المذموم على لسان رسول الله ﷺ“

اور (تقلید کی) یہ بدعت چوتھی صدی میں پیدا ہوئی ہے جس (صدی) کی مذمت رسول اللہ ﷺ نے اپنی (مقدس)

زبان سے بیان فرمائی ہے۔ (اعلام الموقعین ۲۰۸/۲)

حافظ ابن حزم نے کہا:

”إنما حدث التقليد في القرن الرابع“ تقلید (مذاہب اربعہ کی تقلید) چوتھی صدی میں پیدا ہوئی ہے۔

(کتاب: ابطال التقليد، بحوالہ الرد علی من أخلد إلى الأرض ص ۱۳۳)

بدعت کے بارے میں ارشاد نبوی (ﷺ) ہے کہ:

”و كل بدعة ضلالة“ اور ہر بدعت گمراہی ہے

(صحیح مسلم کتاب الجمعة باب تخفيف الصلوة والخطبة ج ۸۶۸ وترقیم دار السلام: ۲۰۰۵)

۲: گزشتہ صفحات پر بحوالہ عرض کر دیا گیا ہے کہ تقلید مروج میں کتاب و سنت کے بجائے بلکہ کتاب و سنت

کے مقابلے میں اپنے مزعوم امام یا فقہ کی آراء و اجتہادات کی پیروی کی جاتی ہے، نبی کریم ﷺ نے قیامت سے

پہلے کی ایک نشانی یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ:

”فیبقي ناس جهال يستفتون فيفتون برأيههم فيضلون ويضلون“ پس جاہل لوگ رہ جائیں گے، ان سے

مسئلے پوچھے جائیں گے تو وہ اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب ما ذکر من ذم الرأي ج ۷۳۰۷)

تنبیہ: امام طبرانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

”حدثنا مطلب قال: حدثنا عبد الله قال: -- وبه حدثني الليث قال قال يحيى بن سعيد: حدثني أبو

حازم عن عمرو بن مرة عن معاذ بن جبل عن رسول الله ﷺ قال: إياكم وثلاثة: زلة عالم

وجدل منافق و دينا تقطع أعناقكم ، فأما زلة عالم فإن اهتدى فلا تقلدوه دينكم وإن زل فلا

تقطعوا عنه أما لكم --“

رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا: تین چیزوں سے بچو، عالم کی غلطی، منافق کا (قرآن لے کر)

مجاہد (جھگڑا) کرنا اور دنیا جوتہ ہاری گردنوں کو کاٹنے کی۔ رہی عالم کی غلطی تو اگر وہ ہدایت پر بھی ہو تو دین میں اس کی تقلید نہ کرو، اور اگر وہ پھسل جائے تو اس سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ الخ (المعجم الاوسط ج ۹ ص ۳۲۶، ۳۲۷ ج ۸ ص ۸۷۰، ۸۷۱) روایت کی تحقیق: مطلب بن شعیب کی توثیق جمہور نے کی ہے۔ دیکھئے لسان المیزان (ج ۶ ص ۵۰) ابوصالح عبد اللہ بن صالح کا تب الیث: ”صدوق کثیر الغلط، ثبت فی کتابہ وکانت فیہ غفلة“ ہے (تقریب: ۳۳۸۸) اس کی روایات صحیح بخاری (ج ۴، ۸۹) وغیرہ میں ہیں۔ لیث بن سعد: ”ثقة ثبت فقیہ إمام مشہور“ ہیں۔ (تقریب: ۵۶۸۴)

سبکی بن سعید (الانصاری): ثقہ ثبت ہیں (تقریب: ۵۵۹) ابوحازم کا تعین نہیں ہو سکا، ممکن ہے اس سے مراد سلمہ بن دینار الاعرج: ثقہ عابد (تقریب: ۲۴۸۹) ہو، واللہ اعلم عمرو بن مرہ: ثقہ عابد، کان لایدلس ورمی بالارجاء ہیں (تقریب: ۵۱۱۲) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں لیکن عمرو بن مرہ کی ان سے ملاقات نہیں ہے لہذا یہ سند منقطع ہے (اور اصطلاح فقہاء میں: مرسل) ہے۔ اسے امام لا لکائی نے ”عبد اللہ بن وہب: حدثنی الیث (بن سعد) عن یحیی بن سعید عن خالد بن أبی عمران عن أبی حازم عن عمرو بن مرة عن معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) أن رسول اللہ ﷺ قال۔۔ الخ کی سند سے روایت کیا ہے۔

(شرح اعتقاد اصول اہل السنۃ ج ۱ ص ۱۱۶، ۱۱۷ ج ۱ ص ۱۸۳)

خالد بن ابی عمران: ”فقیہ صدوق“ ہے (تقریب: ۱۶۶۲) معلوم ہوتا ہے کہ الاوسط کی سند سے خالد بن ابی عمران کا واسطہ گر گیا ہے۔ یہاں یہ بھی قرینہ ہے کہ اس سے پہلے روایات میں خالد مذکور کا واسطہ موجود ہے (الاوسط: ۸۷۰، ۸۷۱) نتیجہ: یہ سند ضعیف ہے۔

۳: چونکہ تقلید کرنے والا کتاب و سنت کو رد کرتا ہے لہذا اتباع کتاب و سنت کی دلالت کرنے والی تمام آیات و احادیث کو تقلید کے ابطال پر پیش کرنا جائز ہے۔ ((تقلید کا رد اجماع سے)) صحابہ کرام اور سلف صالحین نے تقلید سے منع کیا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے، ان کا کوئی مخالف نہیں جو تقلید کو جائز کہتا ہو، لہذا خیر القرون میں اس پر اجماع ہے کہ تقلید ناجائز ہے۔ حافظ ابن حزم فرماتے ہیں کہ:

”وقد صح إجماع جميع الصحابة رضی اللہ عنہم، أولہم عن آخرہم، وإجماع جميع التابعین، أولہم عن آخرہم علی الامتناع والمنع من أن يقصد منهم أحد إلى قول إنسان منهم أو ممن

قبلہم فیأخذہ کلہ فلیعلم من أخذ بجمیع قول أبی حنیفۃ أو جمیع قول مالک أو جمیع قول الشافعی أو جمیع قول أحمد بن حنبل رضی اللہ عنہم ممن یتممکن من النظر، ولم یتروک من اتبعہ منهم إلی غیرہ قد خالف إجماع الأمة کلہا عن آخرها واتبع غیر سبیل المؤمنین، نعوذ باللہ من ہذہ المنزلۃ وأیضاً فإن ہؤلاء الأفاضل قد منعوا عن تقلید ہم و تقلید غیر ہم فقد خالفہم من قلد ہم“

اول سے آخر تک تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور اول سے آخر تک تمام تابعین کا اجماع ثابت ہے کہ ان میں سے یا ان سے پہلے (نبی ﷺ کے علاوہ) کسی انسان کے تمام اقوال قبول کرنا منع اور ناجائز ہے۔ جو لوگ ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کے اگر سارے اقوال لے لیتے (یعنی تقلید) کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ وہ علم بھی رکھتے ہیں، اور ان میں سے جس کو اختیار کرتے ہیں اس کے کسی قول کو ترک نہیں کرتے، وہ جان لیں کہ وہ پوری امت کے اجماع کے خلاف ہیں۔ انہوں نے مؤمنین کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ ہم اس مقام سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان تمام فضیلت والے علماء نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع کیا ہے پس جو شخص ان کی تقلید کرتا ہے وہ ان کا مخالف ہے۔ (البذۃ الکافیۃ فی احکام أصول الدین ص ۱۷۰ والرد علی من اخلد إلی الارض للسیوطی ص ۱۳۱، ۱۳۲)

(( تقلید کا رد آثار صحابہ سے، رضی اللہ عنہم اجمعین ))

۱: امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

” أخبرنا أبو عبد الله الحافظ: ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب: ثنا محمد بن خالد: ثنا أحمد بن خالد الوهبي: ثنا إسرائيل عن أبي حصين عن يحيى بن وثاب عن مسروق عن عبد الله بن يحيى ابن مسعود أنه قال: لا تقلدوا دينكم الرجال فإن أبيتم فبأ موات لا بالأحياء“

مفہوم: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو، پس اگر تم (میری بات کا) انکار کرتے (یعنی منکر) ہو تو مرنے والے کی (اقتداء) کرلو، زندوں کی نہ کرو، (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۰ وسندہ صحیح)

تنبیہ: اس ترجمے میں اقتداء کا لفظ طبرانی کی روایت کے پیش نظر لکھا گیا ہے۔ (المجم الکبیر ج ۹ ص ۱۶۶ ج ۸ ص ۷۶)

۲: امام کبیر بن الجراح (متوفی ۱۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

” حدثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن عبد الله بن سلمة عن معاذ قال: كيف أنتم عند ثلاث : دنيا تقطع رقابكم وزلة عالم وجدال منافق بالقرآن؟ فسكتوا، فقال معاذ بن جبل: أما دنيا تقطع رقابكم فمن جعل الله غناه في قلبه فقد هدى ومن لا فليس بنافعه دنياه وأما زلة عالم، فإن اهتدى فلا تقلدوه دينكم وإن فتن فلا تقطعوه منه آفاتكم فإن المؤمن يفتن ثم يفتن ثم يتوب۔۔ الخ

(سیدنا) معاذ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب تین باتیں (روئیا) ہوں گی تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ دنیا جب تمہاری گردنیں توڑ رہی ہوگی، اور عالم کی غلطی اور منافق کا قرآن لے کر جھگڑا (اور مناظرہ) کرنا؟ لوگ خاموش رہے تو معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: گردن توڑنے والی دنیا (یعنی کثرت مال و دولت) کے بارے میں سنو، اللہ نے جس کے دل کو بے نیاز کر دیا وہ ہدایت پا گیا اور جو بے نیاز نہ ہوا تو اسے دنیا فائدہ نہیں دے گی، رہا عالم کی غلطی کا مسئلہ تو (سنو) اگر وہ سیدھے راستے پر بھی (جا رہا) ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو اور اگر وہ فتنے میں مبتلا ہو جائے تو اس سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ مؤمن بار بار فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر (آخر میں) توبہ کر لیتا ہے۔ الخ

(کتاب الزہد ج ۱ ص ۲۹۹، ۳۰۰ ح ۱ وسندہ حسن)

شعبہ: ثقہ حافظ متقن ہیں (تقریب: ۲۷۹۰) عمرو بن مرہ کا ذکر گزر چکا ہے (ص ۲۳) عبد اللہ بن سلمہ (المرادی): ”صدق تغیر حفظہ“ ہیں (تقریب: ۳۳۶۴) عبد اللہ بن سلمہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت عبد اللہ بن سلمہ نے تغیر سے پہلے بیان کی ہے دیکھئے مسند الحمیدی تحقیقی (ق ۴۳/۱، ۴۴ ح ۵۷) عمرو بن مرہ عن عبد اللہ بن سلمہ کی سند کو درج ذیل محدثین نے صحیح و حسن قرار دیا ہے:

ابن خزیمہ (۲۰۸) وابن حبان (موارد ۷۹۶، ۷۹۷) والترمذی (۱۳۶) والحاکم (۱۵۲/۲، ۱۰۷) والذہبی والبخاری وابن السکین وعبد الحق الاشعری رحمہم اللہ

حافظ ابن حجر اس سند کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ”والحق أنه من قبيل الحسن يصلح للحجة“ اور حق یہ ہے کہ یہ حسن کی قسم میں سے ہے اور حجت (استدلال پکڑنے) کے قابل ہے (فتح الباری ۴۰۸/۱ ح ۳۰۵) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ قول درج ذیل کتابوں میں بھی ہے۔

کتاب الزہد لابی داؤد (ح ۱۹۳) وقال محققہ: إسناده حسن، دوسرا نسخہ ۷۷۱ وقال محققہ: إسناده حسن (حلیۃ الأولیاء لابی نعیم (۹۷/۵) جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر (۱۳۶/۲ دوسرا نسخہ ۱۱۱) الأحکام لابن حزم (۲۳۶/۶) اتحاف السادة المتقين (۱/۳۷۸، ۳۷۹) کنز العمال (۴۸/۶، ۴۹ ح ۴۳۸۸۱ بلا سند) العلل للدارقطنی (۲۸۱/۶) اسے دارقطنی اور ابو نعیم الاصبہانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن القیم نے فرمایا: ”وقد صح عن معاذ“ اور یہ معاذ سے صحیح (ثابت) ہے۔ (اعلام الموقعین ۲۳۹/۲)

تنبیہ بلغ: صحابہ میں سے کوئی بھی اس مسئلے میں سیدنا ابن مسعود اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کا مخالف نہیں ہے لہذا اس پر صحابہ کا اجماع ہے کہ تقلید نہیں کرنی چاہئے والحمد للہ۔  
(تقلید کا رد سلف صالحین سے))

۱: امام (عامر بن شراحیل) الشعمی (تابعی، متوفی ۱۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ: ”ما حدثك هؤلاء عن“

رسول اللہ ﷺ فخذ به وما قالوه برأيهم فألقه في الحش  
یہ لوگ، تجھے، رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بتائیں اسے (مضبوطی سے) پکڑ لو، اور جو (بات) وہ اپنی رائے سے کہیں  
اسے کوڑے کرکٹ پر پھینک دو (مسند الدارمی ۱/۶۷۷ ج ۲۰۶ وسندہ صحیح)

۲: امام حکم (بن عتیبہ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”ليس أحد من الناس إلا وأنت آخذ من قوله أو تارك إلا النبي ﷺ“  
لوگوں میں سے ہر آدمی کی بات آپ لے بھی سکتے ہیں اور رد بھی کر سکتے ہیں سوائے نبی ﷺ کے (آپ کی ہر بات لینا فرض ہے)

(الاحکام لابن حزم ۶/۲۹۳ وسندہ صحیح)

۳: ابراہیم الخثعمی رحمہ اللہ کے سامنے کسی نے سعید بن جبیر (تابعی رحمہ اللہ) کا قول پیش کیا تو انہوں نے فرمایا:

”ما تصنع بحديث سعيد بن جبير مع قول رسول الله ﷺ؟“

رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں تم سعید بن جبیر کے قول کا کیا کرو گے؟

(الاحکام لابن حزم ۶/۲۹۳ وسندہ صحیح)

۴: امام المزنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”اختصرت هذا الكتاب من علم محمد بن إدريس الشافعي رحمه الله و من معني

قوله لأقربه علي من أراده مع اعلاميه: نهيه عن تقليده و تقليد غيره، لينظر فيه لحديثه

ويحتاط فيه لنفسه“

میں نے یہ کتاب (امام) محمد بن ادريس الشافعي رحمہ اللہ کے علم سے مختصر کی ہے تاکہ جو شخص اسے سمجھنا چاہے آسانی سے  
سمجھ لے، اس کے ساتھ میرا یہ اعلان ہے کہ امام شافعی نے اپنے تقلید اور دوسروں کی تقلید (دونوں) سے منع فرمادیا ہے  
تاکہ (ہر شخص) اپنے دین کو پیش نظر رکھے اور اپنی جان کے لئے احتیاط کرے۔ (الام مختصر المزنی ص ۱)  
امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”كل ما قلت - وكان عن النبي ﷺ - خلاف قولي مما يصح فحديث النبي ﷺ أولى، ولا

تقلدوني“

میری ہر بات جو نبی ﷺ کی صحیح حدیث کے خلاف ہو (چھوڑ دو) پس نبی ﷺ کی حدیث سب سے زیادہ بہتر ہے،  
اور میری تقلید نہ کرو (آداب الشافعی و مناقبہ لابن ابی حاتم ص ۵۱ وسندہ حسن)

۵: امام ابوداؤد السجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے (امام) احمد (بن حنبل) سے پوچھا: کیا (امام) اوزاعی، (امام) مالک سے زیادہ متبع سنت ہیں؟ انہوں نے

فرمایا: ”لا تقلد دينك أحداً من هؤلاء“ الخ اپنے دین میں، ان میں سے کسی ایک کی بھی تقلید نہ کر۔ الخ  
(مسائل أبي داؤد ص ۲۷۷)

۶: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ایک دن قاضی ابو یوسف کو فرمایا:

”ويحك يا يعقوب! لا تكتب كل ما تسمع مني فإني قد أرى الرأي اليوم وأتركه غداً وأرى الرأي غداً وأتركه بعد غدٍ“

اے یعقوب (ابو یوسف) تیری خرابی ہو، میری ہر بات نہ لکھا کر، میری آج ایک رائے ہوتی ہے اور کل بدل جاتی ہے۔  
کل دوسری رائے ہوتی ہے تو پھر پرسوں وہ بھی بدل جاتی ہے۔

(تاریخ یحییٰ بن معین ج ۲ ص ۶۰۷ ت ۲۴۶۱ و سندہ صحیح، و تاریخ بغداد ۱۳/۳۲۴)

۷: امام ابو محمد القاسم بن محمد بن القاسم القرطبی البیانی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۷ھ) نے تقلید کے رد پر:

”كتاب الإيضاح في الرد على المقلدين“ لکھی (سیر اعلام النبلاء ۱۳/۳۲۹ ت ۱۵۰)

۸: امام ابن حزم نے فرمایا:

”والتقليد حرام“ اور تقلید حرام ہے (النبذة الكافية في أحكام أصول الدين ص ۷۰)

اور فرمایا: ”و العامي والعالم في ذلك سواء، وعلى كل أحد حظه الذي يقدر عليه من الاجتهاد“  
اور عامی و عالم (دونوں) اس (حرمتِ تقلید میں) ایک برابر ہیں، ہر ایک اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق اجتہاد  
کرے گا (النبذة الكافية ص ۷۱)

حافظ ابن حزم الظاہری نے اپنی عقیدے والی کتاب میں لکھا ہے کہ:

”ولا يحل لأحد أن يقلد أحداً، لا حياً ولا ميتاً“

کسی شخص کے لئے تقلید کرنا حلال نہیں ہے، زندہ ہو یا مردہ (کسی کی بھی تقلید نہیں کرے گا)

(كتاب الدرّة فيما يجب اعتقاد ص ۴۷۷)

معلوم ہوا کہ تقلید نہ کرنے کا مسئلہ عقیدے کا مسئلہ ہے واللہ

۹: امام ابو جعفر الطحاوی (حنفی!) سے مروی ہے کہ:

”وهل يقلد إلا عصبي أو غبي“ تقلید تو صرف وہی کرتا ہے جو متعصب اور بے وقوف ہوتا ہے۔

(لسان المیزان ۱/۲۸۰)

۱۰: یحییٰ حنفی (!) نے کہا:

”فالمقلد ذهل والمقلد جهل وآفة كل شيء من التقليد“ پس مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا ارتکاب



کرتا ہے اور ہر چیز کی مصیبت تقلید کی وجہ سے ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ ج ۱ ص ۳۱۷)  
۱۱: زیلعی حنفی (!) نے کہا:

”فالمقلد ذہل والمقلد جہل“ پس مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا ارتکاب کرتا ہے۔

(نصب الراية ج ۱ ص ۲۱۹)

۱۲: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تقلید کے خلاف زبردست بحث کرنے کے بعد فرمایا:

”وأما أن يقول قائل: إنه يجب على العامة تقليد فلان أو فلان، فهذا لا يقوله مسلم“  
اور اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ: عوام پر فلاں یا فلاں کی تقلید واجب ہے، تو یہ قول کسی مسلمان کا نہیں ہے۔

(مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۳۹)

امام ابن تیمیہ خود بھی تقلید نہیں کرتے تھے، دیکھئے اعلام الموقعین (ج ۲/۲۳۱، ۲۳۲)  
حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

”ولا يجب على أحد من المسلمين تقليد بعينه من العلماء في كل ما يقول، ولا يجب على أحد من المسلمين التزام مذهب شخص معين غير الرسول ﷺ في كل ما يوجبه و يخبر به“  
کسی ایک مسلمان پر بھی علماء میں سے کسی ایک متعین عالم کی ہر بات میں تقلید واجب نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کے علاوہ،  
کسی شخص متعین کے مذہب کا التزام کسی ایک مسلمان پر واجب نہیں ہے کہ ہر چیز میں اسی کی پیروی شروع کر دے۔  
(مجموع فتاویٰ ۲۰۹/۲۰)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں کہ:

”- من نصب إماماً فأوجب طاعته مطلقاً اعتقاداً أو حالاً فقد ضل في ذلك كائنة الضلال  
الرافضة الإمامية“

جس شخص نے ایک امام مقرر کر کے مطلقاً اس کی اطاعت واجب قرار دے دی، چاہے عقیدتاً ہو یا عملاً، تو ایسا شخص گمراہ  
رافضیوں امامیوں کے سرداروں کی طرح گمراہ ہے (مجموع فتاویٰ ۶۹/۱۹)

۱۳: علامہ سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے ایک کتاب لکھی ”کتاب الرد علی من أخلد إلى الأرض و جهل  
أن الإجهاد في كل عصر فرض“ مطبوعہ: عباس أحمد الباز، دار الباز مکتبہ المکرمہ، اس کتاب میں انہوں نے ”باب  
فساد التقليد“ کا باب باندھا ہے (ص ۱۲۰) اور تقلید کا رد کیا ہے۔

(جاری ہے)



حافظ شیر محمد

## اللہ کی محبت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ”تقویٰ“

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ ﴾ (الحجرات: ۱۳)

”تم میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے“  
تقویٰ وقایہ سے ماخوذ ہے وقایہ ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس سے سر کو ڈھانپا جاتا ہے۔ اس لیے ہر وہ احتیاط اور رویہ وقایہ ہے جس کے ذریعے سے نقصان دہ چیزوں سے بچا جاسکتا ہے۔ تقاہ بھی اسی کے ہم معنی ہے۔ اس اعتبار سے تقویٰ کا مطلب اور مفہوم یہ ہوا کہ انسان اللہ کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرے اللہ کے تمام حکموں کو بجالائے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے باز رہے۔ یعنی انسان ہر وقت اللہ کا خوف اور ڈر اپنے دل میں رکھے اور ہر کام سے پہلے قرآن وحدیث کو مد نظر رکھے تقویٰ سے انسان کے دل اور دماغ میں ایسی نورانیت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ حق اور باطل کو پہچان سکتا ہے۔ ظلمت اور تاریکی کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور انسان اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ محبوب اور مقرب بندہ بن جاتا ہے۔

قرآن مجید میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کی رغبت دلائی ہے۔ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے (ایسے) ڈرو (جیسا) ڈرنے کا حق ہے اور تم کو موت اس حالت میں آئے کہ تم مسلمان ہو“

حق تقاہ کی تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ربیع، قتادہ اور حسن بصری وغیرہ نے یہ فرمائی ہے۔

”حق تقاہ ہو ان يطاع فلا يعصى ويذكر فلا ينسى ويشكر فلا يكفر“

مستدرک الحاکم (۲۹۴/۲) طبرانی فی الکبیر (۸۵۰/۱) الطبری فی تفسیرہ (۷۵۳/۴)

”تقویٰ کا حق یہ کہ اللہ کی اطاعت ہر کام میں کی جائے اس کی نافرمانی نہ کی جائے انسان ہمیشہ اس کو یاد رکھے اور کبھی نہ بھولے اور ہمیشہ اس کا شکر ادا کرتا رہے ناشکری نہ کرے۔“

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ (التغابن: ۱۶) ”پس جتنی تم میں طاقت ہے اتنا اللہ سے ڈرو“

یہ درحقیقت حق تقاہ کی ہی تفسیر و تشریح ہے۔ انسان کی نجات کا دار و مدار تقویٰ پر ہے اور اس سے انسان کا رزق بھی بڑھتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۚ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا

يَحْتَسِبُ ﴿﴾ ”اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے آسانیاں پیدا کر دیتا ہے۔ اور ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا“ (الطلاق: ۳-۲)

تقویٰ اختیار کرنے سے انسان کے اندر بصیرت اور حق اور باطل کی پہچان بھی پیدا ہوتی ہے اور انسان کے سارے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴾  
”اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں (حق اور باطل کے درمیان) فرق کرنے والی (بصیرت) عطا فرمائے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے“ (الانفال: ۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: من اکرم الناس؟ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے۔ قال: اتقاهم آپ نے فرمایا: جو ان میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔  
(صحیح بخاری، کتاب الانبیاء باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً ج: ۳۳۵، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل یوسف علیہ السلام ج: ۲۳۷۸)

تقویٰ اختیار کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان دنیا کی رنگینیوں سے اور خوش رنگ اور دل کو لہانے والی چیزوں سے بچے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان الدنيا حلوة خضرة وان الله مستخلفكم فيها فينظر كيف تعملون“، فاتقوا الدنيا واتقوا النساء فان اول فتنة بنی اسرائیل كانت فی النساء“

بے شک دنیا شیریں اور سرسبز ہے، اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں جانشین بنانے والا ہے پس وہ دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو؟ پس (اگر تم کا میاب ہونا چاہتے ہو تو) دنیا (کے دھوکے) سے بچو اور عورتوں (کے فتنے میں مبتلا ہونے) سے بچو، کیوں کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے بارے میں تھا۔

(مسلم، کتاب الرقاق باب اکثر اهل الجنة الفقراء واکثر اهل النار النساء ج: ۲۷۲۲)  
تقویٰ اختیار کرنے کے لیے لازم ہے کہ انسان ہمیشہ ہدایت کے راستے پر چلتا رہے اپنے آپ کو حرام چیزوں سے بچا کر رکھے۔ تقویٰ کا اصل معیار یہ ہے کہ انسان شک والی چیزوں کو بھی چھوڑ دے۔ اور ایسی چیزوں کو اختیار کرے جن میں ذرہ برابر بھی شک نہ ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دع ما یریک الی ما لا یریک“ ایسی چیز چھوڑ دو جو تم کو شک میں ڈال دے اور اسے اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔

(صحیح، سنن ترمذی، ابواب الزہد، باب ”اعقلھا وتوکل“ ج: ۲۵۱۸)  
اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فمن اتقى الشبهات استبرا لدينه وعرضه“  
جو شخص شبہے والی چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت (دونوں کو) بچا لیا۔  
(صحیح بخاری، کتاب الایمان۔ باب فضل من استبرأ لدينه ج: ۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب المساقاة: باب اخذ الحلال وترك الشبهات، ج: ۵۹۹)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو تقویٰ کے نور سے روشن کر دے۔ آمین وما علینا الا البلاغ

